رجسٹرڈ ایل نمبر ۹۰۸

ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر و یامرون بالمعروف و ینہون عن المنکر و اولٰئک ہم المفلحون

رسالہ

اشاعت اسلام

اردو ترجمہ

اسلامک ریویو اینڈ مسلم انڈیا

زیر ادارت

خواجہ کمال الدین (بی-اے-ایل ایل بی) و مولوی صدر الدین (بی-اے-بی ٹی)

جلد (۳)	سال نو بابت ماہ جنوری سنہ ۱۹۱۶ء	نمبر (۱)

فہرست مضامین

ماخوذ از اسلامک ریویو و مسلم انڈیا ماہ دسمبر سنہ ۱۹۱۵ء

(۱) شذرات (ایڈیٹر) ۱ ✤ (۲) انگریزی ترجمہ میں سورۃ فاتحہ ...... ۴ ✤ (۳) اسلام اور عقل انسانی (ایڈیٹر) ۲۰ ✤ (۴) دنیا کا آخری نبی (مشیر حسین قدوائی بیرسٹرایٹ لاء) ۲۴ ✤

(۵) ایک اسلام کی سرگذشت (یحییٰ النصر پارکنسن) ۳۵ ✤

(۶) اسلامی نماز کا فلسفہ (از مشیر حسین قدوائی بیرسٹر) ۴۴

(۷) ایک ضروری التماس

(ایڈیٹر)

[illegible] سٹیم پریس لاہور میں باہتمام [illegible] خلیفہ لدین صاحب [illegible] جنوری سنہ ۱۹۱۶ء [illegible]

قیمت سالانہ تین ۳ روپے

[illegible] قابلِ توجہ ضروری

[illegible]

[illegible] کے پیچھے پہ ختم ہو گیا ہے۔ اور جنکا چندہ اس سال [illegible]

[illegible] ہو جاوے گا۔ براہِ کرم وہ سب اصحاب مبلغ تین روپے بذریعہ منی آرڈر

بابت چندہ [illegible] ۱۹۱۶ء پیشگی بھیجنے کی زحمت فرما کر عند اللہ ماجور ہوں۔ ورنہ بصورت دیگر فروری ۱۹۱۶ء

کے رسالہ پر اُن سب کی خدمت میں وی پی سالانہ چندہ کا ارسال ہو گا ۔

۳۔ [illegible] شیخ رحمت اللہ صاحب [illegible] وی مال [illegible]

[illegible] کے وقت نمبر [illegible] حوالہ فرما دیں۔ ورنہ شکایات [illegible]

تعمیل یا عدم جواب [illegible]

۴۔ بعض احباب کے پتوں کی [illegible] کی ضرورت ہے۔ اس لیے ناظرین کرام اس رسالہ جنوری

۱۹۱۶ء کے [illegible] اپنا اپنا پتہ بغور ملاحظہ فرما کر حسب ضرورت پتہ کی اصلاح کر کے

منیجر کو براہ کرم فوراً مطلع فرمائیں۔ تاکہ اجرائے وی پی کے وقت عدم صحت پتہ کی وجہ

سے وی پی رائیگان نہ ہوں اور دفتر کو محصول ڈاک کا نقصان [illegible] اٹھانا پڑے ۔

۵۔ جن احباب کی جلد ۱۹۱۵ء میں کسی نمبر کی کمی ہو [illegible] سے طلب فرمائیں ۔

۶۔ دفتر رسالہ ہذا سے فرداً فرداً اطلاعی کارڈ اجرائے وی پی سالانہ [illegible] ارسال [illegible]

۷۔ فہرست مضامین رسالہ اشاعت اسلام جلد اوّل ۱۹۱۵ء کی بھی اسی رسالے کے ساتھ

ملفوف ہے۔ احباب اپنی جلد کے شروع میں لگا لیں۔ منیجر اشاعت اسلام عزیز منزل [illegible]

نومسلموں کی تصاویر

ہم نے [illegible] تصاویر نومسلموں کی ووکنگ آفس لندن سے منگوائی ہیں

قیمت [illegible] فی تصویر [illegible]

نوٹ: محصول [illegible] منیجر اشاعت اسلام [illegible]

بسم الله الرحمن الرحيم

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نحمده و نصلی علی رسوله الکریم

اشاعت اسلام

ترجمان اردو اسلامک ریویو [illegible]

جلد (۲۰) [illegible] نمبر (۱)

[illegible]

سال نو [illegible] کیا ہو سکتی ہے

کہ ان کو یہ خوشخبری سنائی جائے [illegible] کے [illegible] اندر انگلستان

میں انگریز نو مسلمین کی تعداد میں [illegible] ہوا [illegible] یہ ترقی موجودہ

حالات کے اندر جب تو [illegible] قومی [illegible] عام [illegible] جنگ [illegible]

بہت ہی امید افزا ہے اور یہ [illegible] جب حالات اپنی معمولی [illegible] اختیار کریں اور

یورپ کی [illegible] جنگ [illegible] ختم ہو جائے تو رأیت الناس

یدخلون فی دین اللّٰه افواجا کا [illegible] پھر دنیا کے سامنے [illegible] کچھ بعید

نہیں [illegible] اس عرصہ [illegible] پہلے سے [illegible] مستعد [illegible]

یہ بھی کوشش کرنی چاہئے [illegible] ہاتھ میں ایک ذخیرہ [illegible] لٹریچر کا

اس قدر موجود ہو کہ ہمارے تبلیغ کے کام میں [illegible] سے کافی مدد [illegible] یہ گویا ایک فرصت

کا وقت ہے جب مجبوراً ابھی ہمیں اپنی کوشش کا دائرہ بہت محدود کرنا پڑا ہے اور [illegible]

ہم دوسری باتوں کی طرف توجہ کر سکتے ہیں جو آئندہ ہمارے مقاصد میں ہمارے لیئے کامیابی کا ذریعہ ہو سکتی ہیں +

اس تعداد میں ایک پورا خاندان بھی ہے۔ جس کے کل پانچ ممبر ہیں اور یہ اللہ تعالےٰ کے خاص احسانات میں سے ہے۔ کیونکہ جو گھر پورے کا پورا اسلام میں داخل ہوتا ہے۔ وہ درحقیقت اسی وقت ایک جنت کے اندر داخل ہو جاتا ہے۔ اور بالخصوص اس میں جو اس وقت چھوٹی عمر کے بچے ہونگے۔ چونکہ اُن کی پرورش ہی گویا اسلام کے اندر ہو گی۔ اس لیئے اسلام کی محبت اور اسلامی حمیت گویا اُن کے خونوں میں رچی ہوئی ہو گی +

اس خاندان کی رہنمائی کا ذریعہ اس گھر کی نیک دل خاتون ہی ہوئی ہیں۔ جس سے ہم یہ اندازہ لگا سکتے ہیں۔ کہ جو خواتین انگلستان میں داخل اسلام ہو رہی ہیں وہ کس پایہ کی ہیں اور کس طرح پر اپنے متعلقین کی ہدایت کا باعث ہو سکتی ہیں۔ ابتدا میں اسلام کی محبت کا خیال اُن کے دل میں مولینا مولوی صدرالدین صاحب کے ایک لیکچر سے ہؤا جس کے آخر پر ایک متعصب پادری نے چند بیجا حملے اسلام پر کیئے۔ جن کا جواب مولوی صاحب کو سختی سے دینا پڑا۔ یہ سختی کیا تھی اسلامی غیرت کا ایک نقشہ اُس نے کھینچ دیا۔ جو بالخصوص اس حربی القلب خاتون کے دل پر ایسا جم گیا۔ کہ اُسی وقت سے وہ اسلام کی تحقیقات میں لگ گئی۔ یہ خاتون ابتدا سے ہی عیسائی مذہب سے متنفر تھیں۔ چنانچہ جب اُنھوں نے مسجد میں آمدورفت بہت ناگوار ہوئی۔ اور اُنھوں نے اسے سمجھانا چاہا۔ اور جب اُس نے دریافت کیا۔ کہ آجتک میرے گرجا نہ جانے سے تو آپ کو فکر نہ ہؤا تو پادری صاحب نے یہ جواب دیا کہ تمہارا گرجا میں نہ آنا اب بھی مجھے کچھ گھبراہٹ میں نہیں ڈالتا۔ مگر تمہارے مسجد میں جانے کی وجہ سے مجھے بہت فکر ہے۔ آخر پادری صاحب مایوس ہو گئے اور اس بہادر خاتون نے اپنے خاوند کو بھی اپنا ہم خیال بنایا اور آخر میاں بی بی اور بچے کل پانچ کس اسلام میں داخل ہوئے صدیقہ نام جو مولوی صاحب نے اس خاتون کے لیئے تجویز فرمایا اس کی قلبی کیفیت کا اظہار

کرتا ہے۔ اور ایسی ایسی خواتین کو دیکھ کر اسلام کی صداقت کا ایک نیا ولولہ قلوب میں جوش زن ہوتا ہے کہ ایک عورت جو خود ابھی دائرہ اسلام کے اندر داخل نہیں ہوئی چارا اور روحوں کو اسلام کی صداقت منوا سکتی ہے۔ تو وہ لوگ جو مسلمانوں کے گھروں میں پیدا ہوئے اور جنکے دلوں میں بچپن سے ہی اسلام کی محبت جوش زن ہے۔ وہ اگر کوشش کریں تو کیا کچھ نہیں کر سکتے

اسلام کی محبت نے کس طرح مکہ والوں کے دلوں کو اندر ہی اندر مسخر کر لیا تھا۔ اسکا کچھ نظارہ صلح حدیبیہ اور فتح مکہ کے درمیانی عرصہ میں نظر آتا ہے۔ اس قلیل عرصہ میں جو دو سال کے قریب بمشکل پہنچتا ہے نہ صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تیرہ چودہ سو ساتھیوں کی بجائے دس ہزار قدوسیوں کی معراج عظیم نظر آتی ہے۔ اور اس طرح پر ان دو سال کے اندر ہی حضرت موسیٰ کی دس ہزار قدوسیوں والی پیشگوئی کے پورا ہونے کا سامان ہو جاتا ہے۔ بلکہ خود اہل مکہ باوجود اس روک کے جو اُن کے اسلام میں ایک بڑی دیوار کی طرح حائل ہو گئی تھی۔ کہ اُن میں سے کوئی مسلمان پھر کر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر نہیں ہو سکتا تھا مسلمان ہوتے چلے جا رہے تھے۔ یہ کونسی چیز تھی جو اُن کو اسلام کی طرف کھینچ رہی تھی۔ یہ محض اسلام کی صداقت تھی۔ جس نے ساری روکوں اور ساری مخالفتوں کے اندر قلوب کو بالکل مسخر کر لیا تھا۔ آج بھی ہم یہ اُمید کرتے ہیں۔ کہ اگر ایک دفعہ اسلام کی صداقت کو پورے طور پر یورپ میں ظاہر کر دیا جائے۔ تو وہ وقت دُور نہیں کہ تمام ظاہری روکوں پر غالب آکر اسی طرح جوق در جوق لوگ ایُرہ اسلام میں داخل ہوں جس طرح آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ہوُا۔ صداقت ایک بیج کی طرح زمین کی تاریکیوں میں نشو و نما پاتی ہے۔ یہاں تک کہ دیکھنے والے کو یہ خیال ہوتا ہے کہ یہ ضایع ہو گئی۔ مگر وہ ضایع نہیں ہوتی۔ بلکہ اس پر جو موت وارد ہوتی ظاہری آنکھ کو نظر آتی ہے وُہ درحقیقت اُس کی نئی زندگی کا پہلا مرحلہ ہوتا ہے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم بیس سال تک وعظ فرماتے رہے تو ایک ایک دو دو کر کے ہی لوگ اسلام کے اندر داخل ہوتے رہے۔ کیونکہ خارجی رُکاوٹیں اکثر لوگوں کی راہ میں حائل ہو رہی تھیں حتیٰ کہ پہلے تیرہ سال میں ایک سو تک ہی بمشکل تعداد پہنچتی ہے۔ مگر آخر وہ وقت آگیا۔ کہ گروہ در گروہ لوگ اسلام

کے اندر داخل ہونے شروع ہوئے۔ اسی طرح پر یہاں بھی ہو رہا ہے۔ مگر ہاں ہمارا فرض ہے کہ پہلے قرآن اُن کو پہنچائیں اور پھر اس قرآن کو خود ہی تسخیر قلوب کا کام کرنے دیں۔ سو خدا کا شکر ہے کہ قرآن کریم کا انگریزی ترجمہ مطبع میں چلا گیا ہے۔ اور جلد ہی ہم اسے لوگوں تک پہونچانے کے قابل ہونگے۔

اس ترجمہ میں سے سورہ فاتحہ کا ترجمہ اور نوٹ بطور نمونہ اسلامک ریویو بابت دسمبر ۱۹۱۵ء میں چھاپے گئے ہیں۔ جن کو ہم بھی ناظرین کی دلچسپی کے لیئے نیچے درج کرتے ہیں۔

انگریزی ترجمہ میں سے سورہ فاتحہ

خلاصہ مضمون:۔ آیت ۱۔ اللہ تعالےٰ سارے جہان کی ربوبیت کرتا ہے یعنی کل مخلوق کو وجود میں لاتا۔ اور پھر بتدریج اسے اس کے کمال تک پہنچاتا ہے۔ ۲۔ اس کا رحم انسان کی زندگی اور ترقی کے سامان اس کے وجود میں آنے سے پہلے مہیّا کرتا۔ اور ان سامانوں کو کام میں لانے پر اچھے نتایج مترتب کرتا ہے۔ ۳۔ اس کا معاملہ انسان سے مالک کا ہے۔ اور اس لیئے اس کا قانون جزا و سزا عفو اور رحم سے ملا ہوا ہے۔ ۴۔ پس وہی سزاوار ہے اس بات کا۔ کہ اس کے سامنے انسان اقرار عبودیت کرے اور اُسی سے اعانت طلب کرے۔ ۵۔ ۷ صراط مستقیم پر رہنے اور افراط و تفریط کی راہوں سے بچنے کی دعاء۔

نام۔ علاوہ الفاتحہ یا فاتحۃ الکتاب کے جس سے اس کا قرآن کریم کی ابتداء میں رکھا جانا ثابت ہوتا ہے۔ اس سورت کے اور بھی کئی نام آئے ہیں۔ خود قرآن کریم میں اس کا نام سبعا من المثانی رکھا گیا ہے (الحجر ۸۷) کیونکہ اس کی سات آیتوں کو ہر مسلمان کم از کم تیس دفعہ ہر روز نماز میں پڑھتا ہے۔ ابوداؤد اور ترمذی نے ایک حدیث نقل کی ہے جس میں اس سورت کا نام فاتحۃ الکتاب آتا ہے۔ لاصلوٰۃ الا بفاتحۃ الکتاب۔ یعنی سوائے فاتحہ کے کوئی نماز نہیں ہوتی۔ اسی لیئے اُس کا ایک نام سورۃ الصلوٰۃ بھی آیا ہے۔

کیونکہ ہر نماز میں یہ سورت ضروری ہے۔ اس کو سورۃ الدعاء بھی کہتے ہیں۔ کیونکہ یہ ساری سورت درحقیقت ایک دعا ہے جس میں پہلے اللہ تعالیٰ کی صفات کاملہ اور اُس کی معبودیت کا اظہار ہے۔ پھر اقرار عبودیت اور طلب اعانت اور دعاء۔ اور نہ صرف دنیا کی تمام دعاؤں میں یہ ایک بے نظیر دعا ہے۔ بلکہ خود قرآن کریم کی دعاؤں میں سب سے اعلیٰ درجہ کی دعا ہے۔ اسکے ناموں میں سے ایک نام ام الکتاب بھی ہے۔ کیونکہ اس کے اندر درحقیقت قرآن کریم کی تعلیم کا خلاصہ بطور نچوڑ کے آگیا ہے۔ اور یہ گویا قرآن کریم کا مغز ہے۔ اس کے اور نام بھی بہت سے آئے ہیں۔ جن سے انہی مطالب میں سے ایک یا دوسرے کی طرف اشارہ ہے۔ جیسے الاساس الکنز۔ الوافیہ۔ الکافیہ۔ الحمد۔ الشکر۔ الشافیہ۔ الشفاء *

تاریخ نزول۔ الفاتحہ ایک رکوع اور سات آیات پر مشتمل ہے۔ اور مکہ معظمہ میں نازل ہوئی اور اس میں کچھ شبہ نہیں کہ جو حصہ قرآن کریم کا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر دعوے کے نہائت ابتدائی زمانہ میں نازل ہوا۔ اسی میں سورہ فاتحہ بھی ہے۔ گو ٹھیک تاریخ کا معین کرنا ایک مشکل امر ہے۔ میور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی مکی وحی کو زمانہ کے لحاظ سے پانچ حصوں میں تقسیم کرتا ہے۔ اور سورہ فاتحہ کو سب سے پہلے حصہ میں رکھتا ہے۔ گو یہ خیال اسکا کہ سورہ فاتحہ کا نزول اقرا باسم ربك والی وحی سے پہلے کا ہے۔ یقیناً غلط ہے۔ کیونکہ سب سے پہلی وحی سورہ علق کا ابتدائی حصہ ہونے پر اس قدر وزنی شہادت ہے۔ کہ کوئی عقلمند اسکا انکار نہیں کرسکتا۔ پس تاریخ نزول کے متعلق اس قدر تو ہم یقین سے لکھ سکتے ہیں۔ کہ یہ نہائت ہی ابتدائی زمانہ کی وحی ہے۔ مگر واقعی طور پر نزول ترتیب قائم کرکے صحیح تاریخ کی تعین نہیں کرسکتے۔ خود قرآن کریم میں ایک مکی سورت میں ہی سورہ فاتحہ کے نزول کا ذکر موجود ہے۔ جہاں سورہ الحجر میں فرمایا ولقد اٰتینٰك سبعا من المثانی والقرآن العظیم۔ اور سورہ الحجر یقیناً مکی سورت ہے۔ پھر اس کے اوائل زمانہ نبوی کی وحی ہونے پر ایک شہادت اس سورت کی نمازوں میں پڑھا جانا ہے۔ کیونکہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ نماز میں ابتداء سے ہی یہ سورت پڑھی جاتی تھی۔ اور نماز پڑھنے کا حکم بہت ابتدائی زمانہ کا ہے۔ اب یہاں ہم کو ایک تاریخی شہادت ملتی ہے یعنی یہ کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے دعوے سے چوتھے سال میں نماز پڑھنے کے لیئے حضرت ارقم

کا گھر مقرر کیا جاتا ہے۔ گویا وہاں نماز باجماعت ادا ہونی شروع ہوئی اور اس کی وجہ یہ ہوئی تھی کہ کھلے مقامات میں نماز پڑھنے سے کفار روکتے اور تکلیف پہنچاتے تھے۔ چنانچہ اس قسم کا ایک واقعہ حضرت سعدؓ کو پیش آیا جو چند مسلمانوں کے ساتھ مکّہ کے قریب ایک میدان میں نماز پڑھنے کے لیئے گئے تو اُن کا عیسائیوں سے جھگڑا ہوگیا۔ اور اسی بات پر نوبت فساد تک پہنچی۔ تو چونکہ چوتھے سال میں نماز کے لیئے ارقم کا گھر ان مشکلات کی وجہ سے مقرر کیا جاتا ہے۔ اور اس سے پہلے معلوم ہوتا ہے۔ کہ مسلمان نماز پڑھنے والوں کی تعداد خاصی ہوگئی تھی۔ جس کے لیئے ایک جگہ مقرر کرنے کی ضرورت پیش آئی۔ اِس لیئے ہم قیاس کر سکتے ہیں۔ کہ اس سے بہت پہلے نماز کا حکم ہو چکا تھا اور اس پر عملدرآمد بھی ہوتا تھا۔ آنحضرت صلّے اللہ علیہ وسلم کے جن نہائت ہی ابتدائی واقعات کا ذکر تاریخ میں آتا ہے۔ ان سے بھی آپ کا خانہ کعبہ میں جاکر نماز پڑھنا اور کفار کا بعض وقت آپ کو دُکھ پہنچانا ثابت ہوتا ہے۔ پس سورہ فاتحہ کا نزول دعوے کے پہلے سال کا ہی معلوم ہوتا ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ سورہ فاتحہ کے اوّل الفاظ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم آتے ہیں۔ اور یہ وہ الفاظ ہیں جن کے ساتھ قرآن کریم کی تمام سورتیں شروع ہوتی ہیں۔ سوائے سورت توبہ کے اور یہی الفاظ ایک سورہ نمل کے اندر بھی آتے ہیں۔ پس بسم اللہ ایک سو چودہ مرتبہ قرآن کریم کے اندر آتی ہے۔ علاوہ ازیں بسم اللہ ایک ایسا جملہ ہے۔ کہ خواہ ایک مسلمان کسی ملک کا رہنے والا ہو بچّے سے لے کر بوڑھے تک۔ خواندہ ہو یا ناخواندہ سب کی زبان پر یہ الفاظ یکساں پائے جاتے ہیں۔ اور ہر کام کی ابتداء بسم اللہ سے کی جاتی ہے۔ جس طرح سورہ فاتحہ خلاصہ ہے سارے قرآن کریم کا۔ اسی طرح بسم اللہ سورہ فاتحہ کا خلاصہ ہے۔ اور ہر ایک اہم کام کی ابتدا بسم اللہ سے کرکے ایک مسلمان دُنیا کو یہ سبق دیتا ہے۔ کہ انسان کے دل کا خالق عالم اور اُس حقیقی کے ساتھ اصلی تعلّق یہی ہے۔ کہ ہر حال میں رنج میں ہو یا راحت میں عسر ہو یا یسر میں اللہ تعالےٰ کو ہی ساری طاقتوں اور قوتوں کا سرچشمہ سمجھتے ہوئے اسی سے مدد چاہے اور صرف اُسی کا سہارا تلاش کرے۔ اور اس طرح پر بسم اللہ کا استعمال توحید الٰہی کا عملی پہلو ہے۔ جو ایک مسلمان کی زندگی میں ہر وقت اور ہر آن میں ظہور پذیر ہوتا ہے اور جس کی نظیر مذہب کی تاریخ میں اور جگہ تلاش کرنا عبث ہے۔ گویا بسم اللہ سے ہر کام کی ابتداء کرنا یہ ایک فعلی

توحید ہے۔ جس کا ظہور ایک مسلمان کی زندگی میں قدم قدم پر ہوتا رہتا ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم درحقیقت اس سب سے پہلے ارشاد الٰہی کی تعمیل ہے جو ہمارے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو غار حرا میں پہنچا۔ بخاری میں ہے کہ جب آپ غار حرا میں حسب معمول عبادت الٰہی میں مصروف تھے تو فرشتہ یعنی حضرت جبرئیل آئے۔ اور کہا اقرأ یعنی پڑھو۔ تو چونکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم لکھنے اور پڑھنے مطلق ناواقف تھے۔ اس لیئے آپ نے جواب میں فرمایا ما انا بقارئ میں پڑھنا نہیں جانتا۔ فرشتہ نے پھر وہی لفظ دوہرائے اور آپ نے بھی اسی جواب کا اعادہ فرمایا اور اسی طرح تین مرتبہ ہوا۔ چوتھی مرتبہ فرشتہ نے کہا اقرأ باسم ربك الذی خلق خلق الانسان من علق اقرأ وربك الاكرم الذی علم بالقلم علم الانسان مالم یعلم یعنی اپنے رب کے نام کی مدد سے پڑھ۔ وہ رب جس نے سب کچھ پیدا کیا الخ۔ اس میں یہ تعلیم دی گئی کہ اسم رب کی مدد درحقیقت سب کامیابیوں کی جڑ ہے کہ اس کے ساتھ ان ہونی باتیں ہوجاتی ہیں۔ بس جب اسم رب کی مدد سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے باوجود ان پڑھ ہونے کے پڑھ لیا۔ اسی سے مدد مانگنا بسم اللہ الرحمن الرحیم میں ہر مسلمان کو سکھایا گیا ہے۔ پس یہی بسم اللہ سب کامیابیوں کی جڑ ہے۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ بسم اللہ کا نزول آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی وحی کی ابتدا سے ہی تعلق رکھتا ہے۔

میں نے کہا تھا کہ بسم اللہ سورہ فاتحہ کا خلاصہ ہے۔ جس طرح سورہ فاتحہ قرآن کریم کا خلاصہ ہے۔ کیونکہ اوّل تو بسم اللہ توحید کا عملی سبق ہے۔ اور توحید الٰہی ہی سورہ فاتحہ اور سارے قرآن کریم کی تعلیم کا مغز ہے۔ پھر بسم اللہ میں جن تین اسمائے الٰہی کا ذکر ہے۔ وہ بھی اسی طرف اشارہ کرتے ہیں۔ یعنی اوّل اللہ ہے۔ یہ پاک نام صرف ایک ہی ہستی پر عرب کے اندر بولا گیا ہے۔ اور اس طرح پر توحید الٰہی کا کامل سبق صرف ایک اسم اللہ کے اندر ہی دے دیا گیا ہے۔ جسے دنیا کی کوئی دوسری زبان اس حقیقت کے ساتھ ظاہر ہی نہیں کر سکتی پھر دوسرے دو اسماء جن کا ذکر بسم اللہ میں ہے وہ الرحمن اور الرحیم ہیں۔ جو دونوں اللہ تعالیٰ کی بے انتہا محبت اور رحم پر دلالت کرتے ہیں اور یہ بتاتے ہیں کہ اگر ایک طرف اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل سے انسان کی ترقی کے سارے سامان پہلے سے پیدا کر رکھے ہیں۔ تو

دُوسری طرف جب انسان ان سامانوں سے فائدہ اُٹھاتا ہے تو ان پر صحیح نتائج بھی اللہ تعالیٰ ہی مترتب فرماتا ہے۔ تو رحمانیت اور رحیمیت درحقیقت ربوبیت کی صفات کاملہ کیلئے بطور جڑکے ہیں۔ پس اسم اللہ میں اگر ہر ایک قسم کے شرک کی جڑ کاٹی ہے تو رحمٰن اور رحیم میں ہر قسم کے اصولی عقائد کی تردید کی ہے۔ جیسے کفارہ وغیرہ جو بلا بدل رحم کے قائل نہیں۔ حالانکہ دُنیا کا سارا نظم ہی رحم بلا بدل پر ہے۔ پس بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کامل توحید سکھاتی ہے شرک اور ہر قسم کے غلط عقائد کی بیخکنی کرتی ہے اور صفات الٰہی میں سے ان دو صفات کا انتخاب کر لیتی ہے۔ جو دیگر تمام صفات کے لئے بطور اصل اور جڑ کے ہیں۔ اسی تعلیم کو پہلے سورہ فاتحہ میں پھیلایا۔ پھر اُس کو سارے قرآن کے اندر پھیلایا۔

راڈویل لکھتا ہے کہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم وُہ جملہ ہے۔ جو طائف کے مشہور شاعر امیہ نے قریش کو سکھلایا۔ مگر یہ بیان صداقت سے دُور ہے۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کا سکھانے والا قرآن اور محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے سوائے اور کوئی نہیں۔ عرب لوگ اللہ تعالیٰ کے اسم رحمٰن سے بالکل ناواقف تھے۔ اور نہ ہی اس حقیقت کا انکشاف اُن پر ہُوا تھا جو لفظ رحمٰن کے نیچے چھپی ہوئی ہے۔ اور نہ وُہ صرف اسم رحمٰن اور صفت رحمانیت سے ناآشنا تھے۔ بلکہ جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ تعلیم اُن کو پہنچائی تو انھوں نے اُسکو رد کیا بلکہ اس کے ساتھ اظہار تنفر کیا چنانچہ اس بارہ میں قرآن کریم کی شہادت جو سب شہادتوں سے بڑھ کر ہے موجود ہے واذا قیل لھم اسجدوا للرحمٰن قالوا وما الرحمٰن انسجد لما تامرنا وزادھم نفورا۔ (الفرقان۔ ۶۰) جب اُن کو کہا جاتا ہے کہ رحمٰن کی فرمانبرداری اختیار کرو۔ تو کہتے ہیں رحمان کیا ہوتا ہے۔ کیا ہم اس کو سجدہ کریں جس کا تو حکم کرتا ہے اور اس بات نے اُن کو نفرت میں اور بھی بڑھا دیا۔ یہ تو اس وقت کا ذکر ہے جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم مکہ میں تھے۔ مگر ہم تو دیکھتے ہیں۔ کہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے ساتھ کفار کو آخر دم تک بھی مخالفت ہی رہی۔ چنانچہ صلح حدیبیہ کے وقت کا واقعہ مشہور ہے۔ جب عہدنامہ لکھنا شروع ہُوا تو سہیل بن عمرو نے جو قریش کی طرف سے لکھنے والا تھا۔ عہدنامہ کے شروع میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم لکھنے سے انکار کیا۔ اور کہا لا اعرف ھذا میں اسے

نہیں جانتا۔ اور آخر عہدنامہ پر بجائے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے باسمک اللھم لکھا گیا جس طرح عرب کے اندر مروج تھا۔ اس سے تو انکار نہیں ہو سکتا۔ کہ بعض قوموں کے اندر کچھ اس قسم کے الفاظ یا جملے مروج تھے۔ جن سے وہ اپنی تحریروں کو مزین کیا کرتے تھے۔ لیکن محض یہ بات کہ دوسری قوموں کے اندر بھی بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کی طرز کا کوئی جملہ پایا جاتا ہے۔ یہ نتیجہ پیدا نہیں کرتی۔ کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اسے ان قوموں سے لے لیا تھا۔ اصل خوبصورتی تو الفاظ اور مجموعہ میں ہے نہ محض اس بات میں کہ کوئی جملہ ہے جس سے ابتدا ہو کیونکہ اسلام کا یہ دعوے تو نہیں کہ دنیا میں پہلے کچھ بھی موجود نہ تھا۔ اس نے سب نئی ہی تعلیم دی۔ اسلام کا دعوے صرف تکمیل کا ہے۔ جیسا الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی سے ظاہر ہے۔ تعلیم تو کچھ نہ کچھ پہلے بھی موجود تھی۔ اسلام نے اسے کامل کر دیا۔ اور ہر قسم کے نقصوں سے اسے پاک کر دیا۔ یہی تکمیل کا کام بسم اللہ الرحمٰن الرحیم میں بھی کیا۔ چنانچہ باسمک اللھم کے مقابلہ میں جو فوقیت بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کو حاصل ہے وہ بطور اشارہ اوپر بیان کر چکا ہوں۔ اسی طرح پر جو لوگ خیال کرتے ہیں کہ اہل فارس یعنی زردشت کے پیروؤں میں اسی طرح ابتدا کرنے کے لئے خدا کے اسمائے بخشائش گر اور دادار تھیں۔ اور انہی سے رحمٰن اور رحیم کا لفظ لیا گیا ہے۔ وہ درحقیقت اسم رحمٰن اور رحیم کی حقیقت سے ناآشنا ہیں۔ بخشائش گر کے معنے ہیں بخشنے والا اور دادار انصاف کرنیوالا اب ان صفات کو رحمانیت اور رحیمیت کے معنوں سے کچھ بھی نسبت نہیں۔ نہ ہی یہ صفات صفات الٰہی کی جڑ قرار دی جا سکتی ہیں اور نہ ہی ان کے اندر محبت اور رحم کی اس الٰہی صفت کی کچھ جھلک نظر آتی ہے۔ جس کا نقشہ رحمان اور رحیم ہمارے سامنے کھینچ دیتے ہیں۔ اسلام کے ان معترضین کے لیئے جو اسلام کے خدا کو نعوذ باللہ من ذالک ظالم اور غضب سے بھرا ہوا قرار دیتے ہیں۔ بسم اللہ کے اندر اسمائے رحمٰن اور رحیم کا انتخاب سبق دینے کے لیئے کافی ہے۔ بشرطیکہ حق پسندی کا مادہ طبیعت میں ہو"

سورہ فاتحہ بحیثیت دعا۔ سورہ فاتحہ کو جو خاص امتیاز حاصل ہیں ان میں سے نمایاں امتیاز اس کا ایک دعاء ہونا ہے۔ اور یہ ایسی دعا ہے۔ کہ جو ہر ایک مسلمان کئی کئی مرتبہ

روز پڑھتا ہے۔ اور اس کی ہر نماز کا خواہ وہ نماز جماعت سے ہو یا تنہائی میں یہ ایک ضروری حصہ ہے۔ اِس لیئے دُنیا کی کسی دعا کو وہ وقعت حاصل نہیں جو سورہ فاتحہ کو ہے۔ حتیٰ کہ مسیحیت کی مشہور دُعا کو جسے خداوند کی دعا کہا جاتا ہے۔ اس ظاہری پہلو سے بھی فاتحہ سے کوئی نسبت نہیں۔ اور معنے اور مفہوم کے لحاظ سے تو دونوں دُعاؤں میں زمین و آسمان کا فرق ہے ایک مسیحی کو تو یہ دعا سکھائی گئی ہے۔ کہ وُہ خدا کا بادشاہت کے آنے کے لیئے دُعا کرے جیسا کہ اس دُعا کے ان الفاظ سے ظاہر ہے "تیری بادشاہت آوے" لیکن ایک مُسلمان کو جو دُعا سکھائی گئی ہے۔ وہ یہ ہے کہ اس بادشاہت کے اندر جو درحقیقت آچکی تھی اپنی ٹھیک جگہ کی تلاش کرے۔ جس کو دُوسرے لفظوں میں حوالہ مستقیم کیا گیا ہے۔ اور اس میں اشارہ یہ ہے کہ جس بادشاہت کے آنیکا ذکر مسیح کی کلام میں بطور وعدہ پایا جاتا ہے۔ جیسا لوکا ۱ : ۱۵ میں اس کے قریب آجانے کا ذکر ہے۔ وہ وہی خدا کی بادشاہت ہے جس کا ظہور محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلّم کے ذریعہ سے دُنیا میں ہوا۔ پس سورہ فاتحہ کی دُعا درحقیقت تمام دُنیا کی دُعاؤں کے لیئے ایک نمونہ کے طور پر ہے اور اُس پر یہ اعتراض کرنا کہ یہ شروع ایسے الفاظ سے نہیں ہوتی۔ جن سے معلوم ہو کہ یہ انسان کو ایک دُعا سکھائی گئی ہے۔ طرز کلام سے ناواقفیت کا نتیجہ ہے۔ قرآن کریم کی قریباً کل دُعائیں اسی طرح پر ہیں۔ اور دُعا کا کلام الٰہی کے اندر ہونا تو خود ہی اس بات پر شاہد ہے۔ کہ وُہ دعا انسان کو سکھائی گئی ہے۔

پھر بعض رُوحانیت کے کوچہ سے دُور افتادوں نے یہ اعتراض کیا ہے کہ یہ دُعا یعنی سورہ فاتحہ میں جو اھدنا الصراط المستقیم کی دُعا ہے۔ یہ صرف ایسے لوگوں کے لیئے موزوں ہے جو گناہ اور ظلمتوں کے اندر مُبتلا ہوئے اور رستہ معلوم کرنے کے لیئے ہاتھ پاؤں مار رہے ہوں۔ کیسے تعجب کی بات ہے کہ وُہ پاک الفاظ اھدنا الصراط المستقیم جو ہر حالت اور ہر آن میں ایک ناسخ شدہ رُوح انسانی کے سچے اخلاص اور صداقت کی تڑپ کا اظہار کرنے والے ہیں اُنکو گناہوں کی تاریکیوں کے اندر گرفتار رُوح کی خواہش بتایا جاتا ہے۔ کیا صراط مستقیم پر چلنے کی خواہش۔ افراط اور تفریط سے بچائے جانے کی خواہش۔ ہر قسم کی ظلمت اور تاریکی سے دُور رہنے کی خواہش صحیح فطرت انسانی کا نقشہ پیش کرتی ہے یا ایک گرے ہوئے یا ذلیل انسان کا جو

ظلمتوں میں گرفتار ہونے کی وجہ سے ایسی خواہش کر بھی نہیں سکتا۔ سورہ فاتحہ کی دُعا نہ صرف تمام مذاہب کی دُعاؤں میں ہی ایک یگانہ دُعا ہے۔ بلکہ خود قرآن کریم کی ساری دعاؤں میں بھی یہ سب سے اعلےٰ اور افضل دعا ہے۔ حتیٰ کہ قرآن کریم کے مخالفوں کے مُونھ سے بھی اس دُعا کو پڑھ کر بے اختیار تعریفی کلمات نکل گئے ہیں۔ اب ذرا وضاحت سے ہم اس پر نظر ڈالتے ہیں تو ساری سورت سات آیات یا سات جُملوں پر مشتمل ہے۔ جن میں سے پہلی تین آیات میں اللہ تعالےٰ کی چار صفات رُبوبیت۔ رحمانیت۔ رحیمیت اور مالکیت کا ذکر ہے۔ جو سب صفات کے لیئے بطور بُنیاد اور اصل کے ہیں۔ اور اس طرح پر ان میں اللہ تعالےٰ کے معاملہ کامل طور پر آجاتے ہیں اور پچھلی تین آیات انسانی رُوح کی اس سچی تڑپ کا نقشہ پیش کرتی ہیں جو ہر آن یہ چاہتی ہے کہ وُہ افراط و تفریط دونوں پہلوؤں کی ٹھوکروں سے بچ کر حقیقی پاکیزگی کی راہ پر چلتی رہے۔ اور درمیانی آیت اللہ تعالےٰ اور اُس کے بندے میں حقیقی تعلق کو ظاہر کرتی ہے۔ یعنی یہ کہ بندہ اور مالک کا یہ تعلق ہونا چاہیئے۔ کہ وہ اپنا حقیقی مقصود اور مطلوب صرف ذات الٰہی کو رکھے اور اُسی کی اعانت بھی چاہے۔ جن صفات الٰہی کا سورہ فاتحہ میں ذکر ہے وہ وہ صفات ہیں جو اللہ تعالےٰ کے محیط عالم رحم اور محبت کا اظہار کرتے ہیں۔ اور دُوسری طرف جس مقام پر رُوح پہنچنے کی خواہش کا اظہار کرتی ہے۔ وہ اعلےٰ سے اعلےٰ مقام ہے۔ جہاں تک رُوح انسانی کا پرواز اسے پہنچا سکتا ہے۔ وہ راہ استقامت۔ وہ رضائے الٰہی کا راستہ۔ وہ ہر قسم کی غلطیوں سے پاک راستہ۔ جہاں پہنچ کر انسان لغزش اور ٹھوکر سے بچ جاتا ہے۔

اگر ایک سرسری نظر سے بھی اس دعا کا مقابلہ کسی اور مذہب کی اعلےٰ سے اعلےٰ دعا کے ساتھ کیا جائے تو اس کی فوقیت خود ہی انسان کے دل کو کھا جاتی ہے۔ سب سے پہلا کمال تو اس دعاء کا یہ ہے کہ اس سے پہلے ہر قوم اللہ تعالےٰ کو اپنا خداوند کر کے پکارتی تھی۔ مگر یہاں کسی قومی خدا کا ذکر نہیں۔ بلکہ دُعا رب العالمین کے لفظ سے شروع ہوتی ہے یعنی وہ خدا جس کی ربوبیت تمام عالموں پر خواہ وہ انسان کے علم میں ہوں یا اس سے باہر ہوں حاوی ہے۔ پھر یہاں باپ یا اب کے لفظ سے خطاب نہیں کیا۔ بلکہ رب کے لفظ سے خطاب کیا ہے کیونکہ گو انسان کی نظر میں شفقت پدری اور باپ کا اپنی اولاد کی خبر گیری کرنا کتنا بھی بڑا نظر

آتا ہو۔ مگر خداوند عالم کی اس ربوبیت کاملہ کے سامنے یہ ہیچ ہے جو نہ صرف انسان کو عدم سے وجود میں لاتا۔ بلکہ اس کی زندگی اور پھر اس زندگی کے قیام کے لیئے ہر طرح سے سامان مہیا فرماتا ہے۔ اور یہاں تک ہی بس نہیں بلکہ اس سے بھی بڑھ کر یہ کہ انسان کو اس کے کمال تک پہنچانے کا بھی انتظام کرتا ہے۔ کیونکہ لفظ رب کے اندر کمال تک پہنچانے کا مفہوم بھی موجود ہے۔ پس ایک طرف اگر صفات الٰہی کے اس تنگ دائرہ کو مٹایا جو خدا کی خدائی کو خاص خاص قوموں تک محدود کرتا تھا۔ تو دوسری طرف خود ان صفات کی کیفیت میں جو انسان نے اپنے نفس پر ان صفات کو قیاس کر کے ایک تنگی پیدا کر رکھی تھی۔ اس کو بھی محو کیا۔ یہ انقلاب تو صفات الٰہی کے بارہ میں ہے۔ اور پھر روح کی بلند پروازی کے معاملہ میں بھی یہی انقلاب عظیم پیدا کیا۔ ایک وہ بھی دعا ہے۔ جو جسم کی خبر گیری کے خیالات کو مقدم کر کے جب خدا سے کچھ مانگنے کی ہدایت کرتی ہے۔ تو اس میں پہلے "ہماری روز کی روٹی آج ہمیں بخش" کا سوال سکھاتی ہے۔ اور اس طرح پر جسم کے فکر کو روح کی فکر پر مقدم کرتی ہے۔ اور جب روح کا فکر سکھاتی ہے۔ تو اس میں بھی اس ادنےٰ مقام پر قناعت کرنا سکھاتی ہے۔ جہاں انسان گناہ بھی کرتا ہے۔ اور لغزش بھی اس کو آتی ہے۔ پھر وہ اس گناہ کے بخشا جانے کے لیئے اور اس لغزش کے بد نتائج سے بچائے جانے کے لیئے تڑپتا ہے۔ مگر سورہ فاتحہ چونکہ سب دعاؤں میں حتیٰ کہ قرآنی دعاؤں میں بھی کامل ترین دعا ہے۔ اس لیئے اس دعا میں روح کی جس تڑپ کا اظہار ہوتا ہے۔ اس میں جسم کی خبر گیری کا کوئی خیال انسانی روح اور اس کے مالک حقیقی کے تعلق میں حائل نہیں ہوتا۔ اور اسی لیئے روزانہ روٹی کی کوئی دعا نہیں سکھائی جاتی۔ بلکہ کامل تعلق عبودیت کے اظہار کے لیئے روح انسانی پرواز کر کے اس مقام پر پہنچنا چاہتی ہے۔ جہاں نہ کوئی گناہ ہے نہ لغزش ہے۔ نہ ٹھوکر کا خطرہ ہے۔ بلکہ وہ استقامت کا مقام ہے۔ جو انسان کے لیئے ایک مضبوط چٹان ہے۔ اور جو ہر قسم کی افراط و تفریط سے پاک ہے۔ یہ وہ بلند مقام ہے جس پر خدا کے نبی۔ صدیق۔ شہید اور صالح لوگ پہنچ چکے ہیں۔ یہ وہ راستی کا بلند منارہ ہے۔ جس میں ایک طرف مالک حقیقی کی ناراضگی سے قطعی غیریت پائی جاتی ہے اور دوسری طرف ہر قسم کی ضلالت کی نفی کامل

پائی جاتی ہے۔ اسی لیے اس راہِ مستقیم کی تعریف یوں بیان فرمائی صراط الذین انعمت علیہم غیر المغضوب علیہم ولا الضالین۔ اب کوئی شخص نظر انصاف سے دیکھے کہ اس اعلےٰ مقام سے اس مقام کو کیا نسبت ہے جہاں "خداوند کی دُعا" جس کی تعلیم انجیل نے دی ہے انسان کو پہنچانا چاہتی ہے۔ ہاں یوں کہہ سکتے ہیں کہ ایک اگر روحانیت کا بلند سے بلند آسمان ہے تو دوسری روحانیت کی زمین ہے۔ اور فاتحہ کے سامنے "خداوند کی دُعا" ایسی ہی ہے جیسے آفتاب کے سامنے ایک مٹی کا چراغ۔ اور ایک خداوند کی دُعا کیا۔ دُنیا کی ساری دعاؤں کو تلاش کر لو۔ ساری کتب مقدسہ کی ورق گردانی کر جاؤ۔ اس دعا کے سامنے ساری دعائیں ہیچ نظر آئیں گی۔

پھر ایک اور کمال سورہ فاتحہ کا یہ ہے کہ جن چار صفات الٰہی کو اس دُعا کے لیئے چنا ہے۔ وہ نہ صرف سب صفات الٰہی کے لیئے بطور بنیاد اور اصل کے ہیں۔ وہ نہ صرف اللہ تعالےٰ کی عالمگیر محبت اور رحم کے اظہار کی وجہ سے دُعا کے لیئے موزون ترین صفات ہیں۔ بلکہ یہ ایسی صفات ہیں کہ ان کے اندر تمام مذاہب باطلہ کا رد پایا جاتا ہے۔ مثلاً سب سے پہلی صفت جس کا ذکر رب العالمین میں ہے ربوبیت ہے۔ اور ربوبیت چاہتی ہے کہ جس طرح اس کے ذریعہ سے ایک چیز نیستی سے ہستی میں آتی ہے۔ اسی طرح وجود کا جامہ پہن کر اپنے کمال کو بھی حاصل کرے۔ تو گویا رب نہ صرف مخلوق کو ہستی میں لاتا ہے۔ بلکہ ہر ایک قسم کی مخلوق کے لیئے ایک دایرہ اس کی استعداد کا مقرر کر دیا ہے جس کے اندر وہ ترقی کرتی کرتی آہستہ آہستہ اپنے کمال کو پالیتی ہے۔ تو اس صنعت کے اندر اس خیال کی تردید پائی جاتی ہے۔ جس پر عیسائی مذہب کا دارو مدار ہے۔ کہ انسان پہلے ایک کامل حالت میں پیدا کیا گیا تھا اور پھر اس میں تنزل کی حالت پیدا ہوئی۔ لفظ رب ظاہر کرتا ہے کہ اوّل ایک چیز نیستی سے ہستی میں آتی ہے تو سب سے ادنےٰ مرتبہ میں ہستی میں آتی ہے۔ پھر تقاضائے ربوبیت یہ ہے کہ ادنےٰ سے اعلےٰ مقام کی طرف اسے لے جائے۔ گویا کل مخلوق ادنےٰ حالت سے اعلےٰ حالت کی طرف بڑھتی چلی جا رہی ہے۔ نہ یہ کہ اعلےٰ حالت سے تنزل کر کے ادنیٰ حالت کی طرف آ رہی ہے۔ پھر لفظ رب کے ساتھ جو عالمین کا لفظ لگا دیا۔ تو اس سے مقصد

ان تمام تنگ خیالات کو مٹاتا ہے۔ جو خدا تعالےٰ کی ربوبیت رُوحانی کو خاص خاص قوموں تک یا خاص زمانوں تک محدُود کرتے ہیں۔ اور اس طرح پر اس لفظ میں ان تمام لوگوں کے خیالات کی تردید ہے۔ جو ایک خاص مُلک مثلاً ھندوستان میں ہی کلام الٰہی کا جو انسان کے رُوحانی نشو ونما کا اصل ذریعہ ہے نزول مانتے ہیں۔ یا جو ایک خاص قوم مثلاً بنی اسرائیل کے اندر ہی اسے مقیّد مانتے ہیں۔ پس رب العالمین کے لفظ سے یہ ظاہر کرنا مقصُود ہے۔ کہ کلام الٰہی نہ کسی خاص زمانہ اور نہ کسی خاص ملک یا قوم تک محدُود ہے۔ بلکہ اس کا دائرہ ایسا ہی وسیع ہے جیسے اللہ تعالےٰ کی ربوبیت جسمانی کا دائرہ۔ ہاں وُہ بیشک اپنے قوانین کے ماتحت چلتا ہے۔ پھر اللہ تعالےٰ کی صفت رحمانیت میں کفارہ جیسے باطل عقیدہ کی تردید موجود ہے۔ کیونکہ کفارہ کا مسیحی عقیدہ اس بناء پر قائم کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ بلا بدل رقم نہیں کر سکتا۔ یعنی انسان پر رحم کرنے کے لیئے اللہ تعالےٰ کوئی بدل چاہتا ہے۔ اور وُہ بدل خدا کے بیٹے کا مصلُوب ہونا ہے۔ مگر صفت رحمانیت بتاتی ہے کہ اللہ تعالےٰ کی عادت میں ہی رحم بلا بدل ہے۔ کیونکہ جب اُس نے انسان کے لیئے اُس کے وجود میں آنے سے پہلے بھی سامان مہیّا کر رکھے ہیں تو یہ سب اس کا رحم بلا بدل ہے۔ انسان کا کوئی حق نہ تھا۔ کہ اُس کے لئے یہ سامان مہیا کیئے جاتے۔ پس جب اُس کے جسمانی قوانین میں رحم بلا بدل کا ایسا عالمگیر نقشہ نظر آتا ہے تو رُوحانی قوانین میں بھی وہی صفت الٰہی کام کرنیوالی ہے اور اس لیئے رحم بلا بدل کے انکار کو جس پر کفارہ کی بُنیاد ہے اللہ تعالےٰ کی صفت رحمانیت باطل ٹھیراتی ہے۔ پھر تیسری صفت رحیمیت ہے۔ جس کا تقاضا یہ ہے کہ جب انسان خدا تعالیٰ کی صفت رحمانیّت کے ماتحت عطا کیئے ہوئے سامانوں سے کچھ فائدہ اُٹھاتا ہے۔ تو خدائے رحیم اس پر اجر عظیم مترتّب فرماتا ہے۔ اور وہ اجر ایسا ہوتا ہے کہ وہ منقطع نہیں ہوتا سوائے اس کے کہ انسان کسی اپنے فعل سے ہی اُسے منقطع کر دے۔ اس صفت کے اندر تناسخ کے عقیدہ کی تردید ہے۔ کیونکہ تناسخ کی عقیدہ بُنیاد اس بات پر رکھی گئی ہے۔ کہ وہی رُوحیں بار بار اس عالم میں بھیجی جاتی ہیں۔ اور یہ اس لیئے ہوتا ہے۔ کہ انسان کے اعمال چونکہ محدُود ہیں۔ اس لیئے اُن کا ثمر غیر محدُود نہیں ہو سکتا۔ اور جب اجر غیر محدُود نہ ہُوا تو ضروری ہُوا

کہ کچھ عرصہ کے بعد پھر رُوحوں کو اسی دُنیا میں واپس بھیجا جائے۔ تو سورہ فاتحہ میں صفت رحیمیّت کا تذکرہ فرما کر اس غلط عقیدہ کی تردید کی ہے۔ کیونکہ خدا کا وُہ رحم جو اچھے اعمال پر نیک اجر مترتّب کرتا ہے۔ وہ بے انتہا رحم ہے۔ وہ صرف معاوضہ نہیں دیتا بلکہ رحم کا مُعاملہ انسان کے ساتھ کرتا ہے۔ اس لیئے اعمال کی جزاء غیر منقطع عطاء فرماتا ہے۔ پھر مالک کے لفظ میں اس غلط خیال کی تردید کی ہے۔ جو خدا کی طرف گناہوں کے معافی کے منسُوب ہونے کا انکار کرتا ہے۔ اور جس پر بہت سے مذاہب باطلہ کی بُنیاد ہے۔ کفارہ اور تناسخ کا عقیدہ بھی اسی غلط خیال پر مبنی ہے۔ کیونکہ یہ سب عقائد باطلہ خدا کو محض ایک منصف یا جج یا ایک غیر متبدّل قانون کی صورت میں مانتے ہیں۔ مگر صفت مالکیت اس بات کا اظہار کرتی ہے۔ کہ وُہ کامل اختیار و تصرّف اپنے بندوں پر رکھتا ہے۔ اور اگر وُہ کسی کو مُعاف کر دے تو اپنے مالکانہ اختیارات سے ایسا کر سکتا ہے۔

یہی وجہ ہے۔ کہ سورہ فاتحہ کے اندر سارا قرآن کریم اجمالی رنگ میں سمجھا گیا ہے کیونکہ اس میں جیسا کہ اوپر دکھایا گیا۔ اللہ تعالےٰ کی صفات کاملہ کا اظہار بھی ہے۔ بندہ اور مالک کے حقیقی تعلّق کو بھی بتا دیا گیا ہے۔ رُوح انسانی جس اعلےٰ سے اعلےٰ مقام پر پہنچ سکتی ہے وہ بھی بتا دیا گیا ہے۔ پھر باایں سارے عقائد باطلہ کی تردید بھی اُس کے اندر موجود ہے۔ اسی لیئے سورہ فاتحہ کو قرآن عظیم بھی کہا ہے (الحجر ۸۷) اسی لیئے اس کا نام ام القرآن بھی آیا ہے۔ کیونکہ سارے اصُول مجملاً اس کے اندر آگئے ہیں۔ اور درحقیقت اس بات کا اظہار کہ خدا بھی ایک ہے۔ اور کل نسل انسانی بھی ایک۔ جس کی تعلیم دینا مذہب کی اصل غرض ہے۔ سورہ فاتحہ کے ابتدائی الفاظ رب العالمین میں ہی کر دیا گیا ہے۔

بسم[1] اللہ[2] الرحمن الرحیم[3]	اللہ۔ رحمن۔ رحیم۔ کے نام سے۔

[1] با یہاں استعانت کے لیئے ہے۔ یعنی مدد طلب کرنے کے لئے۔ جیسا کہ حدیث صحیح میں آتا ہے۔ کہ جب ملک فرشتہ نے آپ کو کہا اقرأ یعنی پڑھ تو۔ آپ نے فرمایا میں پڑھنا نہیں جانتا۔ تب آخر اُس نے کہا اقرأ باسم ربك۔ یعنی اپنے رب کے نام کی مدد سے پڑھ۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم درحقیقت اُسی ارشاد کی تعمیل ہے +

(۱) الحمد للہ رب العلمین	سب تعریف اللہ کے لیئے ہے۔ جو سب جہانوں کا رب ہے۔

ع۲ اللہ اسم ذات اور علم ہے۔ اور صرف ہستی باری تعالےٰ پر عربی زبان میں اس نام کا اطلاق ہُوا ہے۔ جو جامع جمیع صفات کاملہ ہے۔ یہ ایک ہی لفظ ہے۔ الؔ رنگ میں اور نہ یہ مشتق ہے یہ نام عربی زبان میں کسی دُوسرے پر سوائے ذات باری تعالےٰ کے نہیں بولا گیا۔ مگر دوسری زبانوں میں جو الفاظ ذات باری تعالےٰ کیلئے بولے جاتے ہیں وہ دوسروں پر بھی بول دیئے جاتے ہیں۔ جیسے خدا یا گاڈ۔ پس اللہ نام ہی خود اللہ تعالےٰ کی توحید کامل پر شاہد ہے۔ چونکہ ایسا لفظ کسی دُوسری زبان میں موجود نہیں۔ اس لیئے ترجمہ میں اللہ کا لفظ ہی اختیار کیا گیا ہے +

ع۳ رحمان اور رحیم دونوں لفظ رحم سے مشتق ہیں۔ اور دونوں مبالغہ کے معنے ہیں۔ رحمان وزن فعلان پر ہے۔ اور رحم کے غلبہ کو ظاہر کرتا ہے۔ رحیم وزن فعیل پہ ہے۔ اور رحم کی تکرار اور بار بار اظہار کے لیئے ہی بحرالمحیط میں ہے مبالغة فعلان من حیث الاستیلا والغلبة ومبالغة فعیل من حیث التکرار والوقوع اسی میں ہے کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا الرحمٰن رحمن الدنیا والرحیم رحیم الأخرة۔ یعنی رحمانیت اللہ تعالیٰ کی وہ صفت رحم ہے۔ جو دُنیا یعنی ابتدا میں کام کرتی ہے۔ اور رحیمیت وہ رحم کی صفت ہے جو آخرت یعنی نتائج امُور میں کام کرتی ہے یہ ظاہر ہے کہ اللہ تعالےٰ کی وُہ صفت رحم جو دُنیا میں کام کرتی ہے وُہ رحم بلا بدل ہے یعنی انسان کے کسی فعل کے نتیجہ میں اس رحم کا اظہار نہیں ہُوا۔ بلکہ انسان کی پیدائیش سے پہلے ہی اُس نے اپنے رحم سے سارے سامان اُس کے لیئے مہیّا کر رکھے ہیں۔ اور پھر جب انسان یہ کام کرتا ہے۔ تو اس کا ثمرہ مترتّب کرنیمیں اللہ تعالےٰ کی صفت رحیمیّت کام کرتی ہے۔ یہ رحم کی صفات کے اظہار کا لطیف فرق صرف قرآن نے ہی دُنیا میں ظاہر فرمایا۔ خود عرب بھی پہلے اس سے واقف نہ تھے۔ چنانچہ سورہ فرقان میں ان کا یہ قول منقول ہے قالوا وما الرحمٰن۔ یعنی کہتے ہیں رحمان کیا ہے یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ لفظ رحمٰن باوجود صفاتی کام ہونے کے صرف اللہ تعالےٰ کے لیئے مخصوص ہے۔ اور دُوسرے کسی پر نہیں بولا جاتا۔ بعض اہل لغت نے لکھا ہے کہ مسیلمہ کذاب کے پیرو اسے رحمان الیمامہ کدیتے تھے۔ مگر یہ محض مسُلمانوں کے مقابلہ کے لیئے ایک بات اختیار کیگئی تھی۔ اور اس لفظ کے سوائے خدا کے دُوسرے پر استعمال کا جواز بہرحال ثابت نہیں + (ع۴ و ۵ و ۶ دیکھو صفحہ ۱۷ پر)

(۲) الرحمٰن الرحیم۔	رحمان - رحیم ہے۔

ع۴ الحمد میں ال استغراق الجنس کے لیئے ہے۔ یعنی ہر قسم کے محامد اور تعریفیں الحمد کے اندر داخل ہیں
للّٰہ میں ل استحقاق کا ہے۔ یعنی ہر قسم کی تعریفوں کے حقیقی مستحق صرف ذات الٰہی ہے۔

ع۵ رب۔ رب کے اصل معنے مفردات راغب میں یوں بیان کیئے ہیں۔ الرب فی الاصل التربیۃ وھو انشاء الشیٔ حالا فحالا الی حد التمام۔ یعنی رب اصل میں تربیت ہے۔ اور وہ ایک شے کا بڑھانا ہے۔ یہاں تک کہ ایک حالت سے دوسری حالت کی طرف ترقی کرتے کرتے کمال کی حالت کو پہنچ جائے۔ پس رب نہ صرف پیدا کرنے والا ہے۔ بلکہ پیدا کر کے پھر مخلوق کو حالت کمال تک پہنچانے والا بھی ہے۔ گویا ہر ایک چیز کو پیدا کر کے اس کے لیئے ایک دائرہ استعداد کا مقرر کر دیا۔ اور اس دائرہ کے اندر وہ چیز ترقی کرتی چلی جاتی ہے۔ یہاں تک کہ اپنے دائرہ استعداد کے کمال کو حاصل کر لیتی ہے۔ پس لفظ رب کے اندر جو مفہوم ہے۔ وہ اَب یا باپ کے لفظ سے بہت اعلےٰ اور بہت وسیع ہے۔ اسی لیئے قرآن کریم نے پہلی کتابوں کے محاورہ میں جو لفظ اَب مجازاً خدا کے لیئے بولدیا جاتا تھا۔ اسے ترک کر کے اس کی بجائے لفظ رب اختیار فرمایا ہے۔

ع۶ عالمین عالم کی جمع ہے جو علم سے مشتق ہے۔ اور عالم اصل میں نام ہے ما یعلم بہ یعنی اس چیز کا جس کے ذریعہ سے علم حاصل کیا جاتا ہے۔ اور مخلوق پر یہ لفظ اس لحاظ سے بولا جاتا ہے۔ کہ وہ صانع کے وجود پر دلالت کرتی ہے۔ پھر اس مخلوق میں ہر ایک نوع پر بھی لفظ عالم بول دیا جاتا ہے۔ اور اسی لحاظ سے انسانوں کی مختلف اقوام یا نسلیں بھی الگ الگ عالم کہلا سکتی ہیں۔ قرآن کریم کی ابتداء میں ہی رب العالمین لکھ کر یہ بتا دیا ہے۔ کہ مذہب اسلام اپنے اندر وسعت رکھتا ہے۔ کیونکہ جب اللہ سارے عالموں کی ربوبیت کرنیوالا یا ان کو ان کے کمال تک پہنچانے والا ہوا۔ تو ضروری ہوا کہ اس نے ہر جگہ انسانوں کے کمال تک پہنچنے کے سامان بھی مہیا کر رکھے ہوں۔ اور چونکہ حقیقی کمال انسان کا روحانیت کی تکمیل کے بغیر حاصل نہیں ہوتا۔ اس لیئے دنیا کی ہر قوم میں روحانی تربیت کا مہیا کیا جانا یا انبیاء کا پیدا کیا جانا بھی ضروری ہوا۔ اسی لیئے سب قوموں کے نبیوں پر ایمان لانا بھی اسلام نے ضروری قرار دیا ہے۔ یہ وسعت کسی دوسرے مذہب میں نہیں پائی جاتی۔

(۳) مالک[7] یوم[8] الدین	جزا کے وقت کا مالک ہے۔
(۴) ایاک نعبد و ایاک نستعین	ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں۔
(۵) اھدنا الصراط المستقیم	ہمیں سیدھی راہ پر چلا۔
(۶) صراط الذین انعمت علیھم[9]	ان لوگوں کی راہ پر جن پر تو نے انعام کیا۔

ے۔ مالک کے لفظ کا انگریزی ترجموں میں عموماً بادشاہ ترجمہ کر دیا جاتا ہے۔ مگر مالک کا حقیقی مفہوم بادشاہ کے مفہوم سے بڑھ کر ہے۔ بادشاہ ملک ہے۔ اور قاعدہ کی بات ہے کہ معنے میں مبالغہ کرنے کے لیئے ایک لفظ میں مزید حروف زوائد ڈال دیئے جاتے ہیں۔ اس لیئے مالک بادشاہ سے بڑھ کر ہے۔ جو لوگ یہ اعتراض کرتے ہیں۔ کہ خدا کسی گناہ کو معاف نہیں کر سکتا۔ اُنھوں نے لفظ مالک کے حقیقی مفہوم کو نہیں سمجھا +

۸۔ یوم۔ یوم کا لفظ قرآن کریم میں چھوٹے سے چھوٹے وقت سے لے کر بڑے سے بڑے وقت تک استعمال ہوتا ہے۔ چنانچہ کل یوم ھو فی شان میں تو کل یوم سے ہر آن مراد ہے۔ اور لمبے وقفہ وقت کے متعلق فرمایا فی یوم کان مقدارہ خمسین الف سنۃ یعنی ایک دن میں جسکا اندازہ پچاس ہزار سال کا ہے زبان عرب میں یوم کا لفظ خالی دن پر ہی بولا جاتا ہے۔ اور دن اور رات پر بھی اور کسی وقفہ وقت پر بھی۔ خواہ وہ بڑا وقفہ ہو یا چھوٹا۔ راغب میں ہے مدۃ من الزمان الی مدۃ کانت چونکہ قرآن کریم کے مطالعہ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا قانون جزا و سزا ہر آن اور ہر لمحہ میں جاری و ساری ہے۔ اس لیئے یہاں یوم الدین سے مراد صرف قیامت کا دن ہی نہیں۔ جس دن جزا و سزا کامل طور پر ظہور پذیر ہوگی۔ بلکہ جزا و سزا کے مرتب ہونے کا ہر لمحہ اور ہر آن مراد ہے۔ اور اصل غرض صفت مالکیت کی طرف توجہ دلانا ہے +

۹۔ انعمت علیھم کی تفسیر خود دوسری جگہ فرمائی۔ النساء ۹ ع۔ ومن یطع اللہ والرسول فاولئک مع الذین انعم اللہ علیھم من النبیین والصدیقین والشھداء والصالحین حضرت ابن عباس نے بھی یہی چار گروہ مراد لیئے ہیں۔ یعنی نبی۔ صدیق۔ شہید اور صالح چونکہ اس اُمت کو یہ دُعا سکھائی گئی ہے کہ تم نبیوں۔ صدیقوں۔ شہیدوں۔ صالحین کی راہ پر چلنے

سوائے ان کے جن پر غضب کیا گیا۔ اور نہ گمراہوں کے۔	(۷) غیر المغضوب علیھم ولا الضالین ○

(بقیہ حاشیہ ۹) کے لیئے دُعا مانگتے رہو۔ پس معلوم ہؤا کہ ان چار گروہوں کے کمالات سے اس اُمّت کو بہرہ ور کیا جاتا ہے۔ اور وُہ انعامات جو نبیوں۔ صدیقوں شہیدوں۔ صالح لوگوں کو دیئے گئے وہ اس اُمّت کو دیئے جاتے ہیں +

ف۱۰۔ بحر المحیط میں ہے عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ المغضوب علیھم الیھود والضالون النصاریٰ یعنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں جنپر غضب کیا گیا وہ یہود ہیں۔ اور جو گمراہ ہوئے وہ نصاریٰ ہیں۔ مگر یاد رہے کہ ان الفاظ میں تفسیر ہی حصر نہیں۔ یہود اور نصاریٰ در حقیقت دو قومیں تھیں۔ جن کی مثال دے کر مغضوب علیھم اور ضالین کا مطلب سمجھایا گیا ان دونوں قوموں نے صراط مستقیم کو چھوڑ دیا۔ ایک قوم تفریط کی طرف چلی گئی دوسری افراط کی طرف۔ ایک نے حضرت مسیح علیہ السّلام کا انکار کر دیا دُوسری نے غلو کر کے اصل درجہ سے بھی بڑھا دیا۔ اسلام یہ دعا سکھاتا ہے۔ کہ ہم درمیانی راہ پر چلیں۔ اور تفریط اور افراط دونوں راہوں سے بچیں +

اِسلام اور عقل اِنسانی

دُنیا کے مذاہب میں اسلام ہی ایک مذہب ہے جو اپنے پیروؤں کو یہ ہدایت کرتا ہے۔ کہ وہ قدرت کے وسیع نظارہ کا مطالعہ کریں اور فلسفہ اور علوم کی تحقیقات میں اسلام ہی ایک مذہب ہے جو نسل انسانی سے یہ چاہتا ہے۔ کہ وُہ اپنی عقلوں کو بھی تیز کریں۔ اور نور قلب سے بھی کام لینا سیکھیں۔ دُوسرے مذاہب کی کتب مقدسہ کے خلاف قرآن دلائل سے کام لینا سکھاتا ہے۔ اور خود جوابات بتاتا ہے۔ اُس کے وجوہات بھی ساتھ دیتا ہے۔ خلاف عقل اور بلا وجہ موجہ کبھی کسی بات کو نہیں منواتا پیغمبر اسلام صلے اللہ علیہ وسلم پر جو سب سے پہلی وحی نازل ہوئی۔ وہ بھی علم قال کی طرف ہی ہدایت کرتی ہے۔ اور وہ وحی یہ ہے اقرأ باسم ربك الذی خلق خلق الانسان من علق اقرأ وربك الاكرم الذی علم بالقلم علم الانسان مالم یعلم۔ پڑھ اپنے رب کے نام کے ساتھ جس نے پیدا کیا انسان کو ایک خون کے لوتھڑے سے پیدا کیا۔ پڑھ اور تیرا رب بڑا صاحب کرم ہے۔ وہ جس نے قلم کے ساتھ علوم سکھائے۔ انسان کو وُہ کچھ سکھایا جو وُہ نہیں جانتا تھا (العلق)۔ سب سے پہلی وحی میں پڑھنے اور لکھنے کی طرف قرأت اور قلم کے ذریعہ سے علوم حاصل کرنے کی طرف توجہ دلانے میں اسلام کی پاک کتاب کے مقابل پر کوئی دُوسری کتاب نہیں۔

فلسفہ اور حکمت انسان کو دُوسری مخلوق پر ممتاز کرنے والی چیزیں ہیں۔ سو قرآن نے عجیب عجیب پیرائیوں میں مُسلمانوں کو فلسفہ اور حکمت کی طرف توجہ دلائی ہے۔ اسلام کا خدا خود ایک حکیم خدا ہے یعنی اُس کے ہر ایک کام میں حکمت اور ہر ایک بات کے پیچھے فلسفہ ہے۔ پھر وُہ علیم بھی ہے۔ یعنی سب کچھ جانتا ہے۔ اور ساری باتوں کا علم رکھتا ہے۔ وانك لتلقى القرآن من لدن حكيم عليم (النمل۔ ۶) تجھ کو قرآن اُس ذات پاک کی طرف سے سکھایا جاتا ہے۔ جو خود صاحب حکمت تامہ اور صاحب علم کامل ہے

ساری مخلوقات کا پیدا کرنے والا۔ سب کی نشو و نما کرنے والا۔ سب کو اپنے کمال تک پہنچانے والا وہی ہو سکتا ہے۔ جو علم اور حکمت کا سرچشمہ ہو۔ اور جس کا علم اور حکمت سب پر حاوی ہو۔ پھر وہی جب انسان کو اپنی صورت پر پیدا کرتا ہے تو کچھ شک نہیں کہ اُس کے اندر علم اور حکمت اور فلسفہ کے حاصل کرنے کی خواہش بھی اس لیئے ضرور رکھی ہے علم کی فوقیت اور فضیلت کے اظہار کو قرآن کریم ایک جگہ یوں سوال کے رنگ میں ظاہر فرماتا ہے ھل یستوی الذین یعلمون والذین لا یعلمون کیا وہ جو علم رکھتے ہیں اور وہ جو علم نہیں رکھتے برابر ہو سکتے ہیں۔ اور ایک جگہ فرماتا ہے ھل یستوی الاعمی والبصیر کیا اندھا اور بصارت والا دونوں یکساں ہو سکتے ہیں؟ خود قرآن کو بھی حکمت اور فلسفہ کی کتاب کہا گیا ہے۔ تلك ایات الکتب الحکیم یہ پُر حکمت کتاب کی آیات ہیں۔

پھر اس کتاب کے اندر یہ تعلیم دیگئی ہے کہ مخلوقات بھی ایک اصُول پر اور ایک قانون کے ماتحت پیدا کی گئی ہے۔ اور اس عالم کے کل امُور قوانین کے ماتحت چلتے ہیں۔ لغو طور پر اور اتفاقی طور پر کوئی امر نہیں ہوتا۔ چنانچہ فرماتا ہے ماخلقنا السموات والارض وما بینھما الا بالحق واجل مسمی۔ ہم نے آسمان اور زمین کو اور جو کچھ ان دونوں کے درمیان ہے حق و حکمت کے اقتضاء سے ہے۔ اور ایک وقت مقرر کے لیئے پیدا کیا۔ پھر بڑے پُر زور الفاظ میں قدرت کے نظاروں کی طرف توجہ دلاتا ہے۔

تنزیل الکتاب من اللہ العزیز الحکیم ان فی السموات والارض لایات للمومنین وفی خلقکم وما یبث من دابۃ ایات لقوم یوقنون۔ واختلاف الیل والنھار وما انزل اللہ من السماء من رزق فاحیا بہ الارض بعد موتھا وتصریف الریح ایات لقوم یعقلون (الجاثیہ ۲-۵) اس کتاب کا اُتارا جانا اللہ کی طرف سے ہے جو غالب حکمت والا ہے۔ آسمانوں میں اور زمین میں مومنوں کے لیئے یقیناً نشان ہیں اور تمہاری اپنی پیدائش میں اور حیوانوں میں جن کو زمین میں پھیلاتا ہے۔ اُن لوگوں کے لیئے جو یقین رکھتے ہیں نشان ہیں۔ اور رات اور دن کے اختلاف میں اور اس رزق میں جو آسمان سے اللہ تعالےٰ نازل کرتا۔ پھر اس کے ساتھ زمین کو مرجانے کے بعد زندہ کرتا ہے

اور ہواؤں کے تغیرات میں اُن لوگوں کے لیئے نشان ہیں جو عقل سے کام لیتے ہیں۔

پھر فرماتا ہے ومن یوت الحکمۃ فقد اوتی خیرا کثیرا۔ یعنی جس شخص کو حکمت دے دیجائے۔ اُس کو عظیم الشان خیر و برکت کا مالک بنا دیا جاتا ہے۔

اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو حکم ہوتا ہے ادع الی سبیل ربك بالحکمۃ والموعظۃ الحسنۃ وجادلھم بالتی ھی احسن لوگوں کو اپنے رب کی راہ کی طرف بلاؤ تو وہ بھی حکمت سے اور اچھی نصیحت سے بلاؤ۔ اور جب اُن کے ساتھ بحث کرو تو احسن طریق پر۔

خود نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں طلب العلم فریضۃ علی کل مسلم و مسلمۃ علم کا طلب کرنا ہر مسلم مرد اور مسلم عورت پر فرض ہے۔

علوم پر اس قدر زور دینے کا ہی یہ نتیجہ تھا۔ کہ مسلمانوں کے ماتحت ہسپانیہ میں علم کا وہ چرچا تھا۔ کہ فرانس جرمن اور انگلستان کے طالب علم ہسپانیہ میں موروں سے علم حاصل کرنے کے لیئے دوڑے چلے آتے تھے۔ اندلس کے سرجن اور ڈاکٹر علوم کے پیشرو تھے۔ عورتوں کو بھی علوم کے حاصل کرنے میں ترغیب دیجاتی تھی۔ اور کارڈووا میں لیڈی ڈاکٹر بھی موجود تھیں۔ علم ہندسہ۔ علم نجوم۔ علم نباتات۔ تاریخ فلسفہ اور اصول قانون میں کمال حاصل کرنے کے لیئے اگر کوئی جگہ دُنیا میں تھی تو وُہ صرف مسلمان ہسپانیہ ہی تھا۔ ہر ایک قسم کے فنون۔ زراعت کا فن۔ آبپاسی کی علمی تجاویز جہاز بنانے کا کام۔ کپڑا بُننے کے اعلےٰ سے اعلےٰ سامان۔ سنگ تراشی کا کمال۔ ترنوں کا بنانا۔ اور عمارت کا فن۔ غرضیکہ انسانی ضروریات کے متعلق ہر ایک قسم کے فنون کو ہسپانیہ کے مسلمانوں نے تکمیل کو پُہنچایا۔ اور ان کے سارے فنون کے ساتھ ساتھ فنون جنگ میں بھی وُہ سب پر غالب تھے۔ غرض ہر چیز جو ایک سلطنت کو بڑا اور با اقبال بنا سکتی ہے۔ ہر وہ بات جو شائستگی اور تہذیب سکھاتی ہے۔ اسلامی ہسپانیہ میں پائی جاتی تھی (لاپول)۔

بہت سے مسلمانوں کے نام جنھوں نے علوم اور فلسفہ کو ترقی دی ہمیشہ کے لیئے

دنیا کی تاریخ میں روشن رہیں گے۔ یہی مسلمان فلاسفر اور ماہرین علوم ہی درحقیقت یورپ کے معلم ہوئے منہیم ایک یوروپین مؤرخ لکھتا ہے "لاطینیوں کا فلسفہ صرف ایک علم منطق یا علم مناظرہ پر ہی ختم ہو جاتا تھا۔ اور اسی کو وہ انسانی حکمت کا خلاصہ اور ماحصل سمجھتے تھے۔ یہ بالکل صحیح ہے کہ عرب کے فلاسفروں نے ہسپانیہ اور اٹلی میں بہت سے سکول بنا رکھے تھے۔ جہاں علم کے طالب گروہ در گروہ جاتے تھے اور فلسفہ عرب کے اصول اور قوانین کو سیکھ کر انہی کو عیسائی سکولوں میں ترویج دیتے تھے۔...... یہ اقرار کرنا پڑتا ہے۔ کہ سارا علم خواہ وہ علم طبعیات ہو یا علم نجوم یا فلسفہ یا علم ریاضی جسکا یورپ میں دسویں صدی سے چرچا نظر آتا ہے۔ وہ سب عربی مدرسوں سے اخذ کیا گیا تھا۔ اور ہسپانیہ کے مسلمان خصوصیت سے یورپین فلسفہ کے پیدا کنندہ کہلانے کے مستحق ہیں"

چیمبرس انسائیکلوپیڈیا لکھتا ہے "عام طور پر یہ کہا جا سکتا ہے۔ کہ نویں صدی سے تیرھویں صدی تک مسلمان ہی وحشی یورپ کے مہذب معلم تھے۔ عربی فلسفہ۔ علم طب۔ جغرافیہ۔ تاریخ گرامر۔ علم فصاحت وغیرہ نے بہت سی ایسی تصنیفات کو پیدا کیا۔ جو ہمیشہ کے لئے زندہ رہیں گی اور لوگوں کی تعلیم کا ذریعہ رہیں گی۔ جب تک کہ تعلیم حاصل کرنے والے رہیں گے"

قدوائی "معجزۂ محمد صلعم" میں لکھتا ہے "یہ پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم ہی تھے جنھوں نے علوم اور تہذیب کی اس وسیع عمارت کا بنیادی پتھر رکھا جو اس وقت سے لے کر دنیا کی زینت کا باعث رہا ہے۔ مسلمانوں کو حکم تھا۔ کہ علم بڑھانے کے لیئے دعائیں لگے رہیں قل رب زدنی علما اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اُن کو یہ فرمایا تھا کہ الحکمۃ ضالۃ المومن اخذھا حیث وجدھا۔ حکمت اور دانائی کی بات تو مومن کا حق ہے۔ اسے وہ اپنی ہی گم شدہ چیز سمجھے۔ اور جہاں پائے وہیں سے لے لے۔ یہ وہ بیج تھے جو آخر کار بڑے بڑے درخت بن کر اُن کی شاخیں بغداد اور مصر اور سسلی اور ہسپانیہ اور ہندوستان میں پہنچیں اور جن کے پھل آج تک یورپ کھا رہا ہے"

Miracle of Mohd. قیمت ۱۲ر دفتر اشاعت اسلام سے مل سکتی ہے +
معجزہ محمد صلعم انگریزی

دُنیا کا آخری نبی

محمد رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلّم سے پہلے وُہ لوگ گذرے جن کی طرف بڑے بڑے دعوے منسُوب کیئے گئے ہیں۔ کوئی خدا کا اوتار ہے تو کوئی خدا کا بیٹا اور خدائی میں حصّہ دار ہے اور دنیا کی حالت بھی اُس وقت ایسی ہے کہ وُہ ایسی باتوں کو ماننے کے لیئے جلد تیار ہو جاتے ہیں۔ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلّم ایک ایسی قوم میں پیدا ہوتے ہیں۔ جو پرلے درجہ کی بُت پرست اور توہم پرست ہے۔ جو بوجہ علوم سے ناآشنا محض ہونے کے ایک ایک پتھر کو اپنا خدا سمجھتی ہے اور ہوا کے ہر ایک جھونکے میں جنّات کا کچھ تصرّف اُسے نظر آتا ہے۔ ایسی قوم کو ایک شخص جو اپنے پیچھے دوسروں کو نکال سکتا ہے۔ جو کچھ چاہتا منوا لیتا۔ اور بالخصُوص جب اس کے سامنے وُہ قومیں بھی موجود ہوں جو ایک عاجز انسان کو اپنا خدا مان رہی ہوں۔ تو ایک منصُوبہ باز کے لیئے تو راہ بالکل کھُلی تھی۔ مگر کس قدر عجیب بات ہے۔ کہ وُہ عین اس کے خلاف ایک راہ چلتا ہے۔ اس کی وحی میں کھول کر اعلان کر دیا جاتا ہے۔ قل انما انا بشر مثلکم یوحی الی انما الٰھکم الٰہ واحد۔ کہدو کہ میں صرف تُمہاری طرح ایک بشر ہوں۔ میری طرف یہ وحی کی جاتی ہے۔ تمہارا خدا ایک ہی خدا ہے۔ وہ جو اصول لوگوں کو اسلام میں داخل کرنے کے لیئے پیش کرتا ہے۔ اس میں سب سے پہلے دو ہی باتیں منواتا ہے۔ اور بس اشھد ان لا الٰہ الا اللہ واشھد ان محمدا عبدہ ورسولہ میں گواہی دیتا ہوں۔ کہ اللہ کے سوائے کوئی معبُود نہیں۔ اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد (صلعم) اس کے بندہ اور اس کے رسُول ہیں۔ کھُلے طور پر خدا کا بندہ اپنے آپ کو منوانا اور یہ اعلان کرنا کہ میں بھی بشر ہوں جس طرح تم بشر ہو۔ یہ خود ہی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلّم کی صداقت پر ایک عظیم الشّان شہادت ہے۔ نہ وہ صرف اپنے آپ کو انسان سے بڑھ کر ہی کچھ نہیں بناتا۔ بلکہ اس بات کا اقرار اپنے پیروؤں سے لیتا ہے۔ کہ وہ اسے انسان سے بڑھ کر کچھ نہ مانیں گے۔ اور ایک ہی لفظ سے ان تمام غلطیوں کی جڑ کاٹ دیتا ہے جن کا ارتکاب

ایک برگزیدہ انسان کے بعد اُس کے پیرو غلو اور افراط محبت کی وجہ سے کرتے ہیں۔ اگر وہ بھی یہ رستہ کھلا چھوڑ جاتا۔ کہ اُس کے پیرو غلو کر کے اُسے کچھ کا کچھ بنالیں تو بیشک اُس کے بعد ایک نبی کی ضرورت ہوتی۔ لیکن چونکہ اُس نے دُنیا کا آخری نبی ہونا تھا۔ اس لیئے اس قسم کی تمام غلطیوں سے جو ایک شخص کی ساری تعلیم کو ہی سراسر باطل کر دیں۔ اس نے اپنے پیروؤں کو ہمیشہ کے لیئے بچا دیا۔

ایک اور عجیب بات یہ ہے۔ کہ دُنیا میں کسی نبی نے دُنیا کا آخری نبی ہونے کا دعوے کبھی نہیں کیا۔ اور یہ نہیں کہا کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔ حتیٰ کہ حضرت مسیح علیہ السلام نے بھی یہ نہیں کہا۔ بلکہ صاف الفاظ میں ایک ایسے معلّم کی اپنے بعد آنے کی ضرورت بتائی کہ جو سب صداقتوں کی تعلیم دے گا۔ ساری دُنیا کی مذہبی تاریخ میں آخری نبی ہونیکا دعوے بھی ایک نرالا دعوے ہے جو ہزارہا انبیاء میں سے جو مختلف قوموں اور مختلف مُلکوں میں آئے۔ کسی نبی نے نہیں کیا۔ بعد میں تو کیا کوئی کرے گا۔ خود آپ کا یہ دعوے ہے۔ ایک انسان کو حیرت میں ڈالنے کے لیئے کافی ہے۔ کہ اُمّی انسان جو ایک ایسے ملک میں رہنے والا ہے۔ جس کو دُنیا کے کسی دُوسرے مُلک سے کوئی تعلق نہیں۔ پھر اس مُلک میں اپنی بھی کوئی تاریخ نہیں۔ دُوسرے کسی ملک کے تاریخی حالات سے کیا واقفیت ہوگی۔ وہاں وہ ایک ایسی بات کا دعوے کرتا ہے۔ جس کی نظیر بھی پہلے کوئی نہیں پائی جاتی۔ ایک طرف اپنے آپ کو معمولی بشر قرار دینا۔ دوسرے انسانوں سے اپنے آپ کو نہ بڑھانا۔ اور دُوسری طرف ایک ایسا عظیم الشان دعوے۔ کہ میں ہی دُنیا کا آخری نبی ہوں۔ کس قدر حیرت میں ڈالنے والی باتیں ہیں۔ اور پھر عجیب بات یہ ہے۔ کہ اُس کے دعوے کو واقعات نے بھی سچا کر دکھایا۔ کیونکہ آپ کے بعد دُنیا کی تاریخ میں کوئی شخص ایسا پیدا بھی نہیں ہوتا۔ جو نبوت کا دعوے کرے۔ اور اس دعوے نبوت کو کوئی قوم مان بھی لے۔ مصلح بے شک بہت لوگ ہونے کا دعوے کرتے رہے بعض کے دعوے اس بعد کے زمانہ میں بھی خدائی تک پہنچتے رہے۔ مگر آپ کے بعد نبی ہونے کا دعوے کسی شخص نے نہیں کیا۔ تو اگر ایک طرف آپ کا آخری نبی ہونے کا دعوے حیرت میں ڈالتا ہے تو دُوسری طرف یہ امر بھی کم حیرت انگیز نہیں۔ کہ آپ سے پہلے کس طرح مختلف

قوموں اور ملکوں میں نبی پر نبی آتے رہتے ہیں۔ مگر آپ کے بعد کوئی شخص مُدعی نبوت پیدا نہیں ہوتا۔ اور اگر کوئی شخص دعوائے نبوت کرتا ہے تو وُہ سرسبز نہیں ہوتا۔ غرض کوئی قوم ایسی نہیں کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی نبی کے آنے کو مانتی ہو۔ گو آپ سے پہلے انبیاء کے آنے کو ساری قومیں مانتی ہیں۔

منجملہ ان اُمور کے جو آپ کے دُنیا کا آخری نبی ہونے پر شاہد ہیں۔ چار باتیں ہیں جن کا ذکر میں یہاں کرنا چاہتا ہوں۔ اور یہ چاروں ایسے امتیازی نشان ہیں۔ کہ سوائے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی ذات مقدس کے اور کسی نبی میں نہیں پائے جاتے۔ اور یہی چاروں باتیں آپ کو دُنیا کا آخری نبی ہونے کا حقدار ٹھیراتی ہیں۔ تاکہ سب قومیں آپ کے جھنڈے تلے جمع ہو کر نسل انسانی کی حقیقی وحدت کا اظہار کرنے والی ہوں۔ اور وہ چار باتیں یہ ہیں اوّل۔ آپ کا کل دُنیا کی طرف مبعوث ہونا۔ دوئم۔ آپ کا کل انبیاء سابقہ پر ایمان لانا ضروری قرار دینا۔ سوم۔ آپ کے ذریعہ سے ہدایت کی تکمیل ہو جانا۔ چہارم۔ آپ کی کتاب کا دستبرد انسانی سے محفوظ رہنا۔ اب ان چاروں کو میں اسی ترتیب سے بیان کرتا ہوں۔

ساری قوموں کیطرف بعثت

انبیاء کی بعثت کی چونکہ اصل غرض صرف مخلوق کو ہدایت کا پہنچانا تھا۔ اور یہ ہدایت مختلف نبی اپنی اپنی قوم کی استعداد کے مطابق لوگوں کو پہنچاتے رہے۔ آخر وُہ وقت آیا جب نفوس انسانی مختلف انبیاء کی تعلیم سے اس قابل ہو چکے تھے۔ کہ اب وُہ آخری اور جامع تعلیم پائیں اور اپنے انتہائی کمال کو پہنچیں۔ اس لیئے حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ سے اللہ تعالےٰ نے اس ہدایت کو دُنیا تک پہنچایا۔ اور اُس کا امتیازی نشان یہ رکھدیا۔ کہ آپ کی تعلیم ساری دُنیا کے لیئے ہو۔ تاکہ یہ ایک شہادت ہو اس بات کی۔ کہ آپ کے آنے سے نبوت میں ایک انقلاب عظیم آگیا ہے۔ اور وُہ کامل تعلیم آگئی ہے جس سے سارے انسان جہاں کہیں ہوں کمال انسانی کو آخری حد تک جو اس دُنیا میں نفس انسانی حاصل کر سکتا ہے کر لیں۔ کیونکہ جو تعلیم صرف ایک ہی قوم کی ضروریات کو پُورا کرتی ہے۔ وُہ

انسان کی فطرت کی ساری شاخوں کو غذا نہیں دے سکتی۔ مختلف قوموں میں مختلف قوالے انسانی کا نشو و نما خاص طور پر ہوا۔ اور انہی نشو و نما کی ضرورت کے مطابق اُن میں متفرق طور پر نبی آتے رہے۔ یہ متفرق طور پر آنا خود ہی اس بات کی شہادت تھی۔ کہ اُن کی تعلیم ساری نسل انسانی کے لیئے نہیں۔ اور اس لیئے ابھی وُہ تعلیم اپنے حقیقی کمال کو نہیں پُہنچی۔ پس جب وُہ کامل تعلیم نازل ہوئی تو اُس کے ساتھ ہی قوم اور رنگ اور ملک کی حد بندیاں بھی ٹوٹ گئیں۔ اسی لیئے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو حکم ہُوا کہ کہدو یا ایھا الناس انی رسول اللہ الیکم جمیعا۔ اے دنیا جہان کے لوگو! میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول ہو کر آیا ہوں اور پھر فرمایا گیا افا ارسلناک کافۃ للناس۔ ہم نے تمام لوگوں کے لیئے تم کو بھیجا ہے۔ اور فرمایا وما ارسلناک الا رحمۃ للعالمین۔ ہم نے تم کو صرف اسی لیئے بھیجا ہے۔ کہ تم ساری دُنیا کے لیئے۔ ساری قوموں کے لیئے رحمت بنجاؤ۔ اسی طرح فرمایا تبارک الذی نزل الفرقان علےٰ عبدہٖ لیکون للعالمین نذیرا۔ بڑی برکت والا ہے وہ جس نے اپنے بندہ پر فرقان نازل کیا۔ تاکہ وہ سارے عالموں کے لیئے ڈرانے والا ہو۔ غرض اس طرح پر سب سے پہلا کام یہ کیا۔ کہ ساری قومی تفریقوں کو مٹایا تاکہ یہ پیش خیمہ ہو اس بات کا کہ وُہ کامل تعلیم آگئی جو انسان کو اپنے حقیقی کمال تک پُہنچا سکتی ہے۔

آنحضرت سے پہلے کوئی نبی ساری دُنیا کیطرف نہیں آیا

غرض یہ ختم نبوت کا سب سے پہلا امتیاز تھا۔ کہ آپ کا پیغام کل دُنیا کی طرف تھا۔ حالانکہ اس سے پہلے نبی اپنی اپنی قوم کی طرف آتے رہے۔ اور کسی نے سب قوموں کی طرف ہونیکا اعلان نہیں کیا۔ حضرت مسیح کی طرف اُن کے پیرو اس بات کو منسوب کرتے ہیں کہ اُنھوں نے اپنے حواریوں کو فرمایا تھا۔ کہ تم ساری دُنیا میں جاؤ۔ مگر اوّل تو وُہ حصہ جس میں یہ ذکر ہے الحاقی ثابت ہُوا ہے۔ دوسرے اُس کی تردید صراحت کے ساتھ خود حضرت مسیح کے اقوال میں موجود ہے۔ کیونکہ ایک سامری عورت کو اُنھوں نے فرمایا کہ یہ مناسب نہیں کہ فرزندوں کی روٹی کتوں کے آگے ڈالی جائے۔ اور ایسا ہی ان کے الفاظ صراحت کے ساتھ موجود ہیں

کہ میں صرف بنی اسرائیل کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کے لیئے بھیجا گیا ہوں۔ اور انہی الفاظ کی صداقت کی تائید قرآن کریم بھی فرماتا ہے ورسولا الی بنی اسرائیل۔ یعنی بنی اسرائیل کی طرف آپ رسول مبعوث ہوئے تھے۔ اور درحقیقت حضرت مسیح کل دُنیا کی طرف ہونیکا دعویٰ کس طرح کر سکتے تھے۔ جب آپ نے صاف طور پر فرما دیا۔ کہ میں ساری تعلیم تم کو نہیں دے سکتا کیونکہ بہت باتیں ہیں جن کی تم برداشت نہیں کر سکتے۔ اور مکمل تعلیم وُہ دیگا جو میرے بعد آئے گا۔ پس یہ صاف ثابت ہوتا ہے۔ کہ حضرت مسیح علیہ السّلام نے کل دُنیا کی طرف آنیکا کبھی دعوےٰ نہیں کیا۔ ہاں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جب یہودیوں نے آپ کے پیغام کی عزّت نہ کی تو آپ کے بعض پیروؤں نے دُوسری قوموں کی طرف رُخ کیا۔ اور پھر شائد اپنی اس کارروائی کی تصدیق کے لیئے کوئی بات حضرت مسیح کی طرف منسوب کر دی ہو۔ اور آپ کے سوائے تو کوئی نبی ایسا گذرا ہی نہیں جس کی طرف ایسا دعوےٰ منسوب کیا گیا ہو۔ لہذا نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلّم ہی ایک نبی ہیں جو کل دُنیا کی طرف مبعوث ہوئے اور یہ بھی ختم نبوّت پر شہادت ہے۔ کیونکہ جب ایک کامل تعلیم والا نبی کل دُنیا کی طرف مبعوث ہو گیا۔ تو اب کسی دُوسرے کے لیئے یہ گنجائش نہیں کہ وہ رسالت کے لیئے کھڑا ہو۔

پہلی کتابوں پر ایمان

جس طرح یہ سچ ہے کہ ہمارے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلّم سے پہلے کسی نبی نے کل دُنیا کی طرف مبعوث ہونے کا دعوےٰ نہیں کیا۔ اسی طرح یہ بھی سچ ہے کہ کوئی نبی ایسا نہیں گذرا جس نے یہ ضروری قرار دیا ہو۔ کہ تم دُنیا کے سارے پہلے نبیوں پر ایمان لاؤ۔ یہ درحقیقت ختم نبوّت کا دُوسرا امتیاز ہے۔ قرآن کریم کے شروع میں ہی ہر مومن کے لیئے یہ ضروری قرار دیا ہے والذین یومنون بما انزل الیک وما انزل من قبلک وہ لوگ جو ایمان لاتے ہیں اُس پر جو تیری طرف اُتارا گیا۔ اور اس پر جو تم سے پہلے اوتارا گیا۔ اب اس ما انزل من قبلک میں اس تمام وحی نبوّت پر ایمان لانا ضروری قرار دیا ہے۔ جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلّم سے پہلے نازل ہو چکی اور دوسری طرف لکل قوم ھا

کہکر یہ بتا دیا۔ کہ ہدائیت لانے والے ہر قوم میں ہو چکے ہیں۔ اِس طرح پر جس قدر کل قوموں میں ہدائیتیں نازل ہو چکی تھیں۔ ان سب پر ایمان ضروری قرار دیا۔ اس سے دو طرح پر معلوم ہوتا ہے۔ کہ آپ کی تعلیم جامع تھی اور آپ کے بعد کوئی نبی آنے والا نہیں تھا۔ اوّل اس طرح کہ اگر آپ کی تعلیم جامع نہ ہوتی اور سارے انبیاء کی کتب قیمہ کو اپنے اندر رکھنے والی نہ ہوتی تو کیا ضرورت تھی کہ پہلی کتابوں پر ایمان لانا ضروری قرار دیا جاتا گویا پہلے رسولوں کی متفرق قوموں میں اور یہی اس بات کی شہادت تھی۔ کہ سب سے آخر ایک ہی رسول کل قوموں کی طرف آنے والا ہے۔ جس کی قبولیت کے لیئے سب رسول اپنی اپنی قوموں کو تیار کرتے آئے تھے۔ دوسرے اس طرح کہ صاف الفاظ میں من قبلک کا لفظ فرمایا یعنی ایمان لانا صرف اس وحی پر ضروری قرار دیا جو آپ سے پہلے نازل ہو چکی ہے۔ جس سے صاف معلوم ہوا کہ آپ کے بعد کوئی وحی ایسی نازل ہونیوالی نہ تھی جس پر ایمان لانا اصول اسلام میں داخل ہو۔ اور اس طرح پر آپ کے آخری نبی ہونے پر یہ ایک قطعی شہادت ہے۔

تکمیل ہدائیت

دُنیا کی کوئی کتاب نہیں جس نے یہ دعوےٰ کیا ہو۔ کہ میں نے ہدائیت کو مکمل کر دیا۔ بلکہ ان کتابوں کی ہدایت کو تکمیل تک نہ پہنچانے کے اشارات کئی جگہ پائے جاتے ہیں اور حضرت مسیح کی کلام میں تو صاف اور کھلا اقرار موجود ہے۔ حالانکہ اگر کوئی شخص سوائے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلّم کے تکمیل ہدائیت کا مُدعی ہو سکتا۔ تو وہ حضرت مسیح علیہ السّلام ہی ہو سکتے۔ کیونکہ آپ کے اور آنحضرت صلّے اللہ علیہ وسلّم کے درمیان چھ سو سال کی تاریخ کسی نبی کے آنے کو تسلیم نہیں کرتی۔ اس طرح پر آنحضرت سے پہلے نبی حضرت مسیح ہی ہیں۔ پس اگر کوئی شخص تکمیل ہدائیت کا مُدعی ہو سکتا تو وہ حضرت مسیح ہو سکتے تھے اور جو شخص تکمیل ہدائیت کا مدعی ہو۔ اس کے بعد بے شک نبی کی ضرورت باقی نہیں رہتی اور وہی آخری نبی دنیا کا قرار پانا چاہیئے۔ کیونکہ اس کے وجود میں اصل غرض پوری ہو جاتی ہے نبیوں کی دُنیا میں آنے کی ضرورت یہی ہے۔ کہ وہ منجانب اللہ ہدائیت پاکر لوگوں تک

پہنچا دیں اور یہ ہدایت جیسا کہ دنیا کی مختلف قوموں کی ضرورت تقاضا کرتی تھی۔ ہر قوم کی حالت اور زمانہ کے مطابق نازل ہوتی رہی۔ مگر کامل طور پر کسی ایک نبی پر وہ نازل نہ ہوئی اور جب تک ہدایت کامل نہ ہو جائے اس وقت تک نبیوں کی آمد کا سلسلہ ختم نہیں ہو سکتا۔ پس خاتم النبیین یا دُنیا کا آخری نبی ہونے کا دعوے اسی نبی کو سزاوار ہے جو تکمیل ہدایت کر دے۔ اور ایسے جامع اصول ہدایت کے بیان کر دے۔ کہ اس کے بعد پھر اور اصول کی ضرورت دُنیا کو نہ رہے اور دُنیا کی ہر ایک قوم اُن سے فائدہ اُٹھا سکے تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے پہلے نبی چونکہ حضرت مسیح ہی ہیں۔ اس لیئے حضرت مسیح اگر یہ دعوے کرتے۔ کہ اُنھوں نے ہدایت کی تکمیل کر دی تو پھر جو کچھ جی چاہتا اُنکے پیرو اُن کو بناتے۔ البتہ ایک بات کے وہ ضرور حقدار ہو جاتے۔ کہ پھر وہی دُنیا کے آخری نبی ٹھیرتے۔ اور آپ کے بعد کسی نبی کے آنے کی ضرورت نہ ہوتی اور اس محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پھر نبی نہ ہو سکتے تھے۔ کیونکہ تکمیل ہدایت کے ساتھ تو نبوت کی ضرورت ہی اُٹھ جاتی۔ مگر کیا شان خداوندی ہے۔ کہ حضرت مسیح کے مُنہ سے وُہ کلمات نکلوا دیئے ہیں۔ جو ہمیشہ کے لیئے اس ضرورت کو بآواز بلند پکار کر بیان کریں گے۔ کہ مسیح کے بعد دُنیا کو ایک اور نبی کی ضرورت تھی۔ اور جب تک وُہ نہ آتا سارا سلسلہ نبوت ہی باطل ٹھیرتا۔ کیونکہ اصل غرض یعنی تکمیل ہدایت جس کے بغیر نسل انسانی اپنے اصلی کمال کو حاصل نہ کر سکتی تھی پوری ہی نہ ہوتی۔ اور وُہ الفاظ یہ ہیں کہ "میری اور بہت سی باتیں ہیں کہ میں تمھیں کہوں۔ پر اب تم اُن کی برداشت نہیں کر سکتے" اگر صرف اس قدر الفاظ بھی حضرت مسیح کے ہوتے تو بھی یہ لفظ دُنیا کو مجبور کرتے کہ وُہ ابھی ایک اور نبی کی راہ تکتے رہیں۔ کیونکہ مسیح مقر ہیں کہ وُہ تکمیل ہدایت نہیں کر گئے۔ لیکن مسیح نے نہ صرف اپنے متعلق ہی اعتراف کیا۔ بلکہ اس عظیم الشان ضرورت کو بھی کھول کر بیان کر دیا۔ کیونکہ ساتھ ہی وہ فرماتے ہیں "لیکن جب وُہ یعنی رُوح حق آوے تو وہ تمھیں ساری سچائی کی راہ بتا دے گی" دیکھو اس پاک دل انسان نے کس صفائی سے بیان کر دیا۔ کہ ابھی ایک اور کی ضرورت ہے جو سچائی کی ساری راہیں بتا دے یعنی تکمیل ہدایت کرے پس صرف حضرت

مسیح جو ایک ہی شخص دُنیا کی تاریخ میں ہیں۔ جو تکمیل ہدائیت کا دعوے کر سکتے تھے یہ اعتراف موجود ہے کہ آپ تکمیل ہدائیت نہیں کر سکے۔ بلکہ ساتھ ہی یہ بھی کہ تکمیل ہدائیت کرنیوالی ایک رُوح حق کا آنا ضروری ہے۔ وہ رُوح حق جب آئے تو اُس نے پکار کر کہدیا جاء الحق۔ سو وہ رُوح حق آگئی جس کی دُنیا کو انتظار تھی۔ جس کے بغیر انسان کی پیدائش ہی عبث ٹھیرتی کیونکہ انسان اپنے اعلےٰ سے اعلےٰ کمال کو نہ پا سکتا۔ اور جیسا کہ چاہیئے تھا اس رُوح حق نے اپنا پیغام پُورے طور پر دُنیا کو پہنچا کر آخر یہ اعلان کر دیا جو دُنیا کی تاریخ میں ایک ہی اعلان ہے اور ایک ہی رہے گا۔ جس کے مقابل نہ کبھی کسی نے آواز اُٹھائی نہ کوئی اُٹھا سکے گا۔ الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی۔ آج کے دن (ہاں دُنیا کی تاریخ میں یہ پہلا دن تھا) میں نے تمہارے لیئے تمہارا دین کامل کر دیا۔ اور اپنی نعمت کو تم پر پُورا کر دیا۔ شریعت بھی کامل ہو گئی۔ اور ہدائیت بھی تمام و کمال آگئی۔ اگر دُنیا کی تاریخ میں کوئی عید کا دن کہلا سکتا ہے تو وہ یہی دن تھا۔ اور محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے صحابہ اس دن کو خوب جانتے تھے۔ کہ یہ دُنیا کی تاریخ میں ایک ہی یادگار کا دن ہے۔ چنانچہ صحیح بخاری میں اسی آئیت کی تفسیر میں ہے۔ قالت الیھود لعمر انکم لتقرؤن ایۃ لو نزلت فینا لاتخذ ناھا عیدا فقال عمر انی لاعلم حیث انزلت واین انزلت واین رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم حین انزلت یوم عرفۃ وانا واللہ بعرفۃ قال سفیان واشک کان یوم الجمعۃ ام لا الیوم اکملت لکم دینکم۔ یعنی یہودیوں نے حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ کو کہا۔ تم لوگ ایک آئیت پڑھتے ہو۔ اگر وہ ہمارے بارہ میں نازل ہوتی تو ہم اُسے عید بنا لیتے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا میں خوب جانتا ہوں وُہ کس طرح نازل ہوئی اور کہاں نازل ہوئی۔ اور جب نازل ہوئی تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کہاں تھے۔ یہ عرفہ کا دن تھا۔ اور خدا کی قسم ہے میں عرفہ میں تھا سفیان (اس حدیث کا دوسرا راوی) کہتا ہے۔ مجھے شک ہے یہ جمعہ کا دن تھا یا نہیں وہ آئیت الیوم اکملت لکم دینکم ہے۔ یہ بے شک عید کا دن تھا۔ اور کیا عجیب اتفاق ہے کہ اس کا نزول ایک ایسے موقعہ پر ہوتا ہے۔ جب ایک لاکھ چوبیس ہزار صحابی نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حجۃ الوداع میں مصروف تھے۔ اور اس عظیم الشان میدان میں تھے جو عرفات کا میدان کہلاتا ہے

اس کے بعد ہی نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے وہ مشہور خطبہ پڑھا۔ جس کے آخر پر تین دفعہ فرمایا الا ھل بلغتکم اچھی طرح سن لو۔ کیا میں نے تم کو پیغام پہنچا دیا اور وہ میدان اللھم نعم کی آواز سے گونج اُٹھا تھا۔ مسلمانوں کا تو واقعی یہ عید کا دن تھا۔ اور ایسا عید کا دن کہ نہ پہلے کبھی ہُوا نہ پھر کبھی ہوگا۔ کیونکہ وہ انسان جو دس سال پیشتر انہی وادیوں میں تنہا پھرتا تھا۔ اور کوئی اسکی آواز پر کان نہ دھرتا تھا۔ وُہ جو تنہا اور بے یار و مددگار تھا۔ وُہ جسے گھر سے نکالا گیا تھا۔ وُہ جسکے پیچھے خون کی پیاسی تلواریں نیاموں سے باہر نکلی ہوئی تھیں۔ آج وہی انسان ہے جو سارے ملک عرب کا بادشاہ ہے اور لاکھوں انسان اس کے ساتھ اسی میدان میں حج کے لیئے جمع ہیں لاکھوں انسان کعبہ کا حج کریں گے اور میدان عرفات میں جائیں گے۔ مگر وہ مقدس چہرہ۔ وُہ رُوحانیت کا آفتاب گو ان کی رُوحوں پر اپنی کرنیں ڈالے گا۔ مگر اس خوشی کو وہ کہاں سے لائیں گے۔ جس سے اُس وقت صحابہ رضی اللہ عنہم کے دل بھرے ہوئے تھے۔ جن کے اندر خدا کا وُہ پیارا موجود تھا جس کے اوپر اس الیوم اکملت لکم دینکم کی وحی نے اُتر کر ان لاکھوں انسانوں کے دلوں کو ایک اور ہی سرور سے بھر دیا۔ سو مسلمانوں کے لیئے تو یہ ضرور عید کا دن تھا۔ لیکن اگر سچ پوچھو تو یہ نسل انسانی کے لیئے عید کا دن تھا۔ اگر ساری نسل انسانی کبھی کوئی حقیقی عید منائے گی تو وُہ یہی عید ہوگی جس دن دین کے کمال کو پہنچ جانے کا۔ ہدایت کی نعمت کے پُورا ہو جانے کا اعلان دُنیا میں ہو گیا۔ اور انسان کو خدا کی طرف سے یہ مبارکباد دی گئی۔ کہ اب تمہارے کمال حاصل کرنے کا وقت آگیا۔ اور تمہارے دُنیا میں پیدا کیئے جانے کی غرض پُوری ہو گئی۔ کیونکہ یہی وہ کمال تھا۔ جس تک خدا تعالےٰ تم کو پہنچانا چاہتا تھا مگر تم اپنی کوشش سے وہاں تک نہیں پہنچ سکتے تھے۔ اس لیے رب العالمین نے تمہاری دستگیری فرمائی اور اما یأتینکم منی ھدی کا تم کو وعدہ دیا۔ اور آج اس وعدہ کے ایفاء کو اپنے کمال کو پہنچایا۔ اور لولاک لما خلقت الافلاک کے کلمہ کو پورا کر دکھایا۔

حفاظت ہدایت

گو دنیا کی تاریخ میں اکملت لکم دینکم کا نظارہ ایک ہی نظارہ تھا۔ مگر یہ نظارہ دل خوش کن

نہ ہوتا۔ اگر اس کے ساتھ یہ تسلی نہ ہوتی۔ کہ اس کمال کو اب کبھی زوال نہیں آئے گا۔ دُنیا کی تاریخ میں بڑی بڑی ہدایتیں آئیں نسل انسانی کے فائدہ کے لیئے بہت کچھ خدا نے بھیجا۔ مگر انسان کے ہاتھوں نے اسے بسا اوقات بگاڑا۔ جس قدر مقدس کتابیں دُنیا کی تاریخ میں نظر آتی ہیں وہ سب کی سب بلا استثناء تحریف کا شکار ہوئیں۔ اُن کتابوں کا کیا ذکر ہے جنکی تاریخ پر ہزاروں سال گذر گئے۔ وُہ جو قرآن کریم کے نزُول سے چھ سو سال پہلے کی تھی۔ اس کی بھی وُہ حالت ہوئی۔ کہ اصل کتاب کا پتہ ہی نہ تھا۔ مسیح کی انجیل کی جگہ چار (بزعم پیروان مسیح مستند) انجیلوں نے لے لی۔ اصل تعلیم کہاں محفوظ رہتی۔ ایک عاجز بندے کو جو خدائے ذوالجلال کی قدوسیت کے سامنے شرمندہ ہو کر نیک کہلانے سے بھی انکار کرتا تھا۔ اس ذوالجلال کے پہلو بہ پہلو بٹھایا گیا۔ بلکہ خدا بیٹے کو خدا باپ سے بہتر اوصاف کا مجموعہ بڑی طاقتوں کا مالک قرار دیا گیا۔ اسی سے اندازہ کر لو کہ پہلی کتابوں کا کیا حال ہوُا ہوگا۔

پس محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو جب وہ بار بار یحرفون الکلم عن مواضعہ خدا کی کلام میں پڑھتے۔ کیسا درد ہوتا۔ کہ کہیں اس مکمل ہدایت نامہ کا بھی دُنیا کے لوگوں کے ہاتھوں وہی حال نہ ہو جو پہلی کتابوں کا حال ہوُا۔ اگر خدا کی طرف سے بار بار یہ وعدہ نہ مل چکا ہوتا۔ انہ لقرآن کریم فی کتاب مکنون۔ بل ھو قرآن مجید فی لوح محفوظ اور بالآخر جب خدا کا وعدہ کھلے الفاظ میں مل گیا۔ کہ پہلی کتابوں کی طرح قرآن کی حفاظت کا کام ہم نے انسانی ہاتھوں میں نہیں چھوڑا۔ کیونکہ گو پہلی کتابیں بھی خدا کا کلام ہی تھا۔ مگر اُن کی ضرورت دُنیا کو ایک وقت کے لیئے تھی۔ پر اسے مکمل ہدایت نامہ کی ضرورت ہمیشہ کے لیئے ہے۔ اور اس کے ایک حرف کے اِدھر اُدھر ہونے سے نسل انسانی کو ایک ناقابل تلافی نقصان ہمیشہ کے لیئے پہنچے گا۔ کیونکہ اب آخری نبی کے بعد کوئی دُوسرا نبی نہیں آسکتا۔ جو اس قسم کی غلطی کو دُور کر دے۔ اس لیئے خدا نے فرمایا۔ کہ اُس کی حفاظت کا انتظام ہم نے اپنے ہاتھ میں لے لیا ہے انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون ہم نے ہی تو اس ذکر کو (جو نسل انسانی کے حقیقی شرف و عزت کا باعث ہے۔ جیسا کہ ذکر کے معنے سے ظاہر ہے) اتارا اور ہم ہی اس کی یقیناً حفاظت کریں گے۔ سو اس وعدۂ خداوندی نے ختم نبوت کی دوسری

وجہ کو بتا دیا۔

ایک چیز پہلے ہی اپنے کمال کو نہ پہنچے تو وہ ناقص ہے اور کمال کی محتاج رہے گی۔ ایک چیز کمال کو پہنچ جائے۔ مگر اس میں نقص پیدا ہونے کا خطرہ باقی ہو تو وہ پھر کمال کی محتاج ہو جائے گی۔ اس لیئے جب تک یہ دونوں صورتیں اکٹھی نہ ہوتیں ختم نبوت کا منشاء پورا نہیں ہو سکتا تھا۔ مانا کہ ہدایت کی تکمیل ہو گئی۔ لیکن اگر اس تکمیل کے بعد پھر اس میں کچھ نقص پیدا ہو جائے اگر پہلی کتابوں کی طرح تحریف اس کامل ہدایت نامہ میں بھی راہ پا جائے۔ تو ختم نبوّت کا دعوٰے صحیح نہ ہوتا۔ کیونکہ پھر اس ناقص کو خواہ وہ نقص پیچھے ہی پیدا ہوا ہو پورا کرنے کی احتیاج باقی رہتی۔ اور جب نبوت کی ضرورت باقی ہوتی تو ختم نبوت کا دعوے باوجود تکمیل ہدائت کے باطل ٹھیرتا مگر وہ خدا جس نے شروع سے محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ نبوّت کو اپنے کمال تک پہنچانے کا ارادہ کیا ہوا تھا۔ (اور اسی لیئے آپ خلق میں سب سے پہلے نبی تھے۔ کیونکہ اگر آپ نہ ہوتے تو دوسرے نبی بھی نہ ہوتے) اور پھر اس کمال پر قایم رکھنے کا ارادہ کیا ہوا تھا۔ تاکہ اس انسان کامل کے بعد سب اسی کی شاگردی میں زانوتہ کریں۔ اس نے نہ چاہا کہ ایک پہلو سے ختم نبوّت کر کے دُوسرے پہلو کو یوں ہی چھوڑ دے اور نبوّت کی ضرورت ویسے کی ویسی باقی رہ جائے۔ بلکہ اُس نے ختم نبوت کو خوب پختہ کیا۔ اور اس میں کسی قسم کے نقصان کا احتمال باقی نہ چھوڑا اور ایک طرف تکمیل ہدائت کر کے اور دوسری طرف اس مکمل ہدائت کی حفاظت کا قسمی وعدہ دے کر اور اس کی حفاظت کو اپنے ذمہ لے کر اور ہر طرح سے ختم نبوّت کی دیوار کو پختہ کر کے نبوّت کے دروازہ کو بند کر دیا۔ کیونکہ جس حکمت کے لیئے اس دروازہ کو کھولا گیا تھا وہ ضرورت اب باقی نہ رہی تھی۔ اور فعل الحکیم لا یخلوا عن الحکمۃ۔ کس طرح ممکن تھا۔ کہ ایک طرف تکمیل ہدائت کے کام کو اس قدر مضبوط کر کے اور دوسری طرف مکمل ہدائت نامہ کی حفاظت کا انتظام اتنا مضبوط کر کے اب لغو طور پہ نبوّت کے دروازہ کو کھلا چھوڑتا +

ایک "اسلام کی سرگذشت"

(از یحییٰ النصر پارکنسن)

میرے ایک دوست نے مجھے ایک نسخہ "اسلام کی سرگذشت" مصنفہ ٹی۔ آر۔ ڈبلیو لنٹ کا بھیجا ہے۔ جس پر متفرق مقامات پر حاشیہ پر پنسل کے بہت سے نشانات کیئے ہوئے ہیں۔ غالباً میرا دوست اس بات کا خواہشمند ہے۔ کہ ان امور میں سے بعض کے متعلق میں اسے اپنی رائے سے آگاہ کروں۔ ان سب پر بحث کرنے کے لیئے ایک علیحدہ کتاب بکار ہے۔ یہ کتاب نوجوانوں کی ہدائت اور تربیت کے لئے لکھی گئی ہے۔ اور ایٹن کالج کے ہیڈ ماسٹر کی طرف سے اس کے ساتھ ایک دیباچہ بھی ہے۔ شائد اس تمہید نویس کو اسلام کی سرگذشت کا کچھ علم ہو یا نہ ہو۔ اس کے مضمون سے اس طرف پر کوئی روشنی نہیں پڑتی۔ لیکن چونکہ وہ ایک خاص پوزیشن رکھتا ہے۔ اس لیئے جو لوگ اس کے ماتحت ہیں۔ وہ ایک ایسی تصنیف کو جس پر اس کی سفارش ہے۔ اسی مضمون کی کسی دوسری کتاب پر ضرور ترجیح دیں گے۔ یہ کتاب ان پر اپنا اثر ڈالے گی۔ اور جیسے اس میں اچھے یا برے صحیح یا غلط خیالات ہیں۔ ایسا ہی اچھا یا برا۔ مفید یا مضر اس کا اثر بھی ہوگا۔ اور یہ اثر ایک ایسے وقت میں ہوگا۔ جب ہر قسم کے خیالات صحیح ہوں یا غلط۔ طبیعت آسانی سے جذب کر لیتی ہے۔ اور جب ایک معلم دل پر جس طرح کے نقش و نگار چاہے بنا دے۔ بڑے ہو کر غلط خیالات کو یکمشت رد کر دینا بہت ہی مشکل ہوتا ہے۔ کیونکہ وہ اثر اور وہ رنگ جو نوجوانی کے ایام میں ڈالا جائے وہ طبیعت پر پورا قابو پا لیتا ہے اور دیرپا اور گراں ہوتا ہے۔ وہ لکھتا ہے

"اس میں کچھ شک نہیں۔ کہ ہماری تمدنی ضروریات میں سے ایک نہایت ہی اہم ضرورت یہ ہے کہ نہ صرف نوجوانوں کے لیئے مفید اور صحیح لٹریچر مہیا کیا جائے۔ بلکہ انکو اس کے پڑھنے کے لیئے بھی ترغیب دیجائے۔" اور پھر لکھتا ہے۔

"ہمیں خود اپنے اندر یا اپنے بچوں کے اندر ان امور کے متعلق جہالت نہیں رہنے دینی چاہیئے۔ جو کروڑہا نفوس انسانی کے خیالات۔ امیدوں اور کوششوں کی آماجگاہ ہیں۔"

یہ نصیحت بہت اچھی ہے۔ مگر جن وجوہ سے پادری صاحب یہاں ہمیں بچنے کی ہدایت کرتے ہیں وہ وہی امور ہیں جن کا ارتکاب عیسائیت یعنی کلیسیا اور اس کے بڑے بڑے ذمہ دار افسر اور وکلاء صدیوں سے کرتے چلے آئے ہیں۔ انھوں نے نہ صرف جہالت کو روا رکھا۔ بلکہ علوم کی ترویج کی مخالفت میں جو کچھ ہو سکتا تھا کیا۔ اور لوگوں میں اس قسم کے خیالات اور تعلیم کا چرچا جنکا اظہار ہیڈ ماسٹر ڈیٹن کالج نے کیا ہے اس وقت شروع ہوا۔ جب سائینس اور ریشنلزم نے پادریوں کی حکومت کی غلامی کی ہزار سالہ زنجیروں کو توڑ کر پھینک دیا۔

پھر ہیڈ ماسٹر مذکور فرماتے ہیں "لیکن پہلا قدم یہ ہے کہ صحیح طرز کی کتاب لکھی جائے" جہاں تک اس تجویز کا ذہنی پہلو ہے مجھے بھی اس کے ساتھ اتفاق ہے۔ لیکن میرے اندر کوئی متنبہ کرنے والا مجھے متنبہ کرتا ہے۔ ایک ایسی زبان میں جو الفاظ کی بنی ہوئی نہیں کہ پادری صاحب اور میں باوجود اس ذہنی اتفاق کے کبھی بھی اس بات پر متفق نہیں ہو سکیں گے کہ کون کون سی کتابیں اس تعریف کے ماتحت آتی ہیں۔ بعض کتابیں ہونگی جن کی میں سفارش کروں گا۔ مگر پادری صاحب کے نزدیک وہ محض ردی کا ذخیرہ ہوگا۔ بلکہ ضروری ہوگا کہ وہ اسے طاق نسیان میں چھوڑی جائیں جہاں اُن کو کوئی چھوئے بھی نہیں۔ اور کسی صورت میں ان کا پڑھنا جائز نہیں ہوگا۔ ایسا ہی بعض کی سفارش وہ کریں گے جو میری رائے میں اس قابل نہ ہونگی کہ انسان اپنے وقت کو اُن پر ضائع کرے۔ میری رائے میں آجکل بہت کچھ ضرورت اس بات کی ہے کہ نوجوانوں کے دلوں کے سامنے رکھنے کے لیئے ان دلوں کے جو نئے خیالات کے تاثرات قبول کرنے کے لیئے بالکل تیار ہیں۔ ہمارا ذخیرہ کتب بہت اصلاح کا محتاج ہے۔ نئی ترتیب کو چاہتا ہے۔ بہت کچھ دوبارہ لکھا جانا ضروری ہے اور بہت کچھ کاٹ دینا مناسب ہے۔ پھر اسی تمہید میں لکھا ہے۔

"اس کتاب کے پڑھنے سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے۔ کہ اگر انسان فطرت انسانی کو بلندی کی طرف لے جانے میں ناکامیاب ہوا ہے تو اس کی وجہ وہ مہلک اصول ہیں جو آج انگلستان میں کام کر رہے ہیں۔ اور جو گہرے طور پر عیسائیت اور اخلاق کے بعض عام خیالات میں جاگزین ہیں"

یہ بہت خوب اعتراف ہے - کیا پادری لٹلٹن صاحب کے خیالات عیسائیت کے متعلق عامہ خیالات سے الگ ہیں؟ کیا یہ عامہ خیالات سچے نہیں ہیں؟ کیا وہ عیسائیت نہیں؟ اگر ان سوالوں کا جواب نفی میں ہے - جیساکہ پادری صاحب کا اعتراف ظاہر کرتا ہے - تو کیا اس فقرہ کے لکھنے والے کا پہلا فرض یہ نہیں کہ وہ اپنے خیالات کو ان مہلک اصولوں کی جگہ پھیلائے - اور ہر دلعزیز بنائے اور پھر اس بات کا کیا ثبوت ہوگا - کہ اس کے جو خیالات عیسائیت کے متعلق ہیں وہ صحیح عیسائیت ہے - یا یہ کہ وہ ان خیالات کی نسبت جن کی وہ تردید کرتے ہیں زیادہ درست ہیں - وہ سوال کرتے ہیں

"جب مغرب کی بڑی روحانی طاقتیں مشرق کی روحانی طاقتوں کے سامنے آئیں گی تو اس وقت کیا ہوگا"؟

اس کا جواب میں تو یہی دونگا - کہ اگر ان مہلک اصولوں کو جو گہرے طور پر عیسائیت کے متعلق بعض عامہ اور ہر دلعزیز خیالات میں جاگزین ہیں ایٹن کے ہیڈ ماسٹر اور اس کے سکول کی کوششوں نے جڑ سے کاٹ کر نہ پھینک دیا - تو مغرب کی روحانی طاقتوں کا بڑی ہوں یا چھوٹی برا حشر نظر آتا ہے - اور آخر کار کیا مغرب اور مشرق کی روحانی طاقتیں ایسی مختلف ہیں - کیا زمین کے مختلف حصوں میں وہ طاقت بھی مختلف ہے - جو ہماری زندگیوں کو ایک خاص صورت دیتی ہے - خواہ ہم خود ان کو کیسی ہی بے سمجھی سے تراشا کریں - میرے علم و یقین میں انسانیت ایک ہی شے ہے - نسل انسانی ایک ہے - نہ علیحدہ علیحدہ افراد کا مجموعہ جو ایک دوسرے سے الگ اور بے تعلق ہوں نہ ہی ایسے مجموعوں کے مجموعہ کا نام انسانیت ہے - جس کتاب کی تمہید پادری صاحب نے لکھی ہے - اب اس کے خیالات کو دیکھیئے - آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے خط و خال کا نقشہ کھینچتے ہوئے اس کا مصنف لکھتا ہے -

"ایک بہت بڑی ڈاڑھی اور مونچھیں جو اپنے نیچے ایک حواس سے جلد متاثر ہونے والے مونھ کو چھپائے ہوئے تھیں"

اب اول تو میں اس بات کا اعتراف کرتا ہوں - کہ مجھے کچھ معلوم نہیں کہ حواس سے جلد متاثر ہونے والا مونھ کس قسم کا ہوتا ہے - دوسرے مجھے یہ سمجھ نہیں آتا - کہ کسی کی ڈاڑھی اور مونچھوں نے اس کے مونھ کو چھپایا ہوا ہو - تو دوسرا شخص کس طرح کہہ سکتا ہے - کہ وہ مونھ

حواس سے جلد متاثر ہونے والا ہے یا کس قسم کا ہے۔ بغیر زیادہ اس پر کچھ لکھنے کے میں یہ کہنے پر مجبور ہوں کہ جو شخص اس طرح پر لکھ سکتا ہے وہ نوجوان کے لیئے رہنما نہیں ہو سکتا پھر صفحہ ۴۹ پر ہے۔

"ان میں یہ صفت تھی۔ کہ تھوڑی واقفیت سے اعتبار حاصل کر لیتے تھے"

اس کے ساتھ ہی ان فقرات اور الفاظ پر بھی ایک نظر دوڑاؤ جو اس کتاب کے مصنف نے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی نسبت اپنی کتاب میں متفرق مقامات پر لکھے ہیں۔ "کمینہ ہموم" "کھلا دھوکا خوردہ ہوتا" "سخت شہوانی گناہ" "ظلم" "توڑی ہوئی قسمیں" "بزدلی" "لٹیرا پن" اور دوسری طرف اس کے ساتھ ساتھ ہی یوں بھی فرماتے جاتے ہیں۔ کہ آپ "آخر تک بچوں سے محبت کرنے والے" تھے۔ آپ کی زندگی میں "اخلاقی سرگرمی" "کڑا اخلاص" "اعلےٰ اخلاقی تعلیم" "نرمی" "وفاداری" "جرأت" اور "تقدس" پایا جاتا تھا یقیناً نہایت ہی عجیب وغریب اوصاف کا مجموعہ ہے۔ جو خدا نے ایک ہی انسان کی طبیعت میں جمع کر دیا اور جسے تیرہ سو سال بعد پادری تھیوڈور لنٹ نے لڑکوں کی تادیب اور تربیت کے لیئے دریافت کر لیا! پھر وہ لکھتا ہے۔

"اگرچہ یہ کہا جاتا ہے۔ کہ نومرید پہلی دفعہ آپ کے سامنے سے جب واپس آتے تو نہ صرف کچھ مرعوب اور افسردہ ہو کر ہی آتے۔ بلکہ کسی قدر نفرت کا احساس بھی ساتھ لاتے" صفحہ ۴۹ مارگولیتھ نے بھی یہی سُر لگائی ہے۔ وہ لکھتا ہے۔

"ہر ایک نومسلم ہونے والا جب محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) کے سامنے لایا جاتا تو کچھ نفرت کا اظہار کرتا۔ سوائے ابوبکر کے اسکو بعد میں آنحضرت نے خود بھی تسلیم کیا۔ مگر انھوں نے یہ نہیں بتایا۔ کہ وہ کیا چیز تھی۔ جس کو نو وارد ناپسند کرتے تھے"

لیکن چند سطور آگے چل کر خود مارگولیتھ اس مضمون پر روشنی ڈالتا ہے جب وہ اسلام کا ذکر کرتا ہے۔ کہ نومسلموں سے غالباً وفاداری کی حلف (بیعت) لی جاتی تھی۔ اور بعض قبیح امور کے ترک کرنے کو کہا جاتا تھا۔ پہلے نومسلم زیادہ تر کلام الٰہی کے وعظ سے مسلمان کیئے جاتے تھے۔ اور اُن کو قرآن شریف کی ابتدائی نازل شدہ سورتیں سنائی جاتی تھیں۔ اور اُنکے

معنے سمجھائے جاتے تھے۔ ارقم کے گھر میں اُنکو نہ صرف اسلام کی تعلیم سے ہی واقف کیا جاتا تھا۔ بلکہ اس کا عملی حصّہ بھی سکھایا جاتا تھا۔ اُن کو نماز سکھائی جاتی تھی۔ اور نہ صرف اُن کو ان فرائض سے آگاہ کیا جاتا تھا۔ جو دوسرے انسانوں کے متعلق یا اپنے بھائیوں کے متعلق تھے۔ بلکہ اُن سے بھی جو اللہ تعالےٰ کے حقوق کے متعلق تھے۔ بُت پرستی کو چھوڑنے کے ساتھ بُہت سے دیگر امور کو بھی ترک کرنا ضروری ہوتا تھا۔ جن کا تعلّق بتوں کی پُوجا سے تھا اور بُہت سی ایسی باتیں ہوتی تھیں۔ جن کے ترک کرنے کے لیئے اُنھیں خاص طور پر ہدائیت کرنی پڑتی ہوگی۔ اور جن کو وُہ خود بخود نہ چھوڑتے ہونگے۔ پس اگر ایک قوم جس نے ایک دراز عرصہ تک ایک قسم کے خیالات میں پرورش پائی ہو۔ اور انہی خیالات کی بنا پر ان کی بُہت سی رسوم اور بُہت سے افعال کا مدار ہو۔ جن کے خون کے اندر وہ باتیں رچ گئی ہوں۔ ان سے جب وہ باتیں چھڑوائی جاتی ہوں گی۔ تو ایک ظاہر بات ہے کہ پرانی باتوں کو کسی قدر مشکلات کے ساتھ ہی انسان ترک کرسکتا ہے۔ کیونکہ وہ باتیں اُنکے روزمرّہ کے افعال میں داخل ہونے کی وجہ سے اُن کی طبیعت کا جزو بن چکی تھیں۔ اور پھر اُنکے اردگرد اُن کے تمام رشتہ دار دوست ابھی وہی باتیں کرتے تھے۔ تو نہ صرف ان عادات کو ہی یکمرتبہ ترک کرنا۔ بلکہ دوسروں کے اندر رہ کر اُن سے الگ ہونا یہ کوئی چھوٹا سا کام نہ تھا۔ اور بغیر طبیعت پر جبر کیئے کس طرح وہ اِس مقصد کو حاصل کرسکتے تھے۔ اور پھر جب دوسرے لوگ ان پر ہنسی کرتے یا دوسروں کی مخالفت یا استہزا کا خیال آتا ہوگا۔ تو قدرتی بات ہے کہ یہ بوجھ بُہت گراں نظر آئے۔ پُرانے خیالات اور پُرانے عادات کو ترک کرنا جب اُنکی غلطی اور نقصان معلوم ہوجائے۔ ساتویں صدی کے عربوں کے لیئے ایسا ہی دشوار تھا جیسا آج بیسویں صدی کے مہذّب یوروپین لوگوں کے لیئے اُن کا ترک کرنا دشوار ہے۔ حالانکہ اُنکی غلطی اور نقصان کا اعتراف بھی موجود ہے۔ پس پرانی عادات کو ترک کرنا اور ان کی بجائے نئی عادات کا اختیار کرنا ابتداء میں طبیعت پر ایک جبر چاہتا ہے۔ اور طبیعت کے اِن تقاضوں کے جو اس حالت میں قدرتی معلوم ہوتے ہیں۔ مخالفت میں اگر ابتداء میں کوئی گھبراہٹ ہو تو یہ کوئی تعجّب کی بات نہیں۔ تعجّب ہے تو یہ کہ اسلام کے اندر جو لوگ داخل ہوتے تھے۔ وہ

کس خوشی کے ساتھ اور کیسی شرح صدر کے ساتھ پرانی عادات کو جنھوں نے اُن کے جسموں کے ساتھ پرورش پائی تھی ترک کر دیتے تھے۔ اور صحیح روایات سے ایک بھی ایسے واقعہ کا پتہ نہیں لگتا۔ کہ کسی شخص نے ان امور کے ترک کرنے میں اظہار تنفر کیا ہو جس نے اسلام کو قبول کیا اپنی خوشی سے قبول کیا۔ اور شرح صدر سے ہر ایک قسم کی مشکلات اور خطرات کے مقابلہ کے لیئے طیار ہو گیا۔

ہاں اگر ہم بالمقابل یہ فرض کر لیں کہ سب یا زیادہ حصہ نو مسلموں کا ابتدا میں اسلام کو اسی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ جس نگاہ سے خود پیغمبر اسلام صلے اللہ علیہ وسلم دیکھتے تھے۔ تو یہ بھی ایک احمقانہ خیال ہوگا۔ ہاں جس حالت میں وہ پہلے اسلام میں آئے۔ پھر اسلام کے اندر رہ کر جو اُن کی حالت بعد میں ہو گئی۔ اس پہلی اور پچھلی حالت کی شرح صدر کا بھی کوئی مقابلہ نہیں ہو سکتا اسلام کی خوبیاں دن بدن اُن لوگوں کو اپنا زیادہ سے زیادہ گرویدہ بناتی چلی گئیں۔ ایک عظیم الشان صداقت پہلے جب اپنی روشنی دل پر ڈالتی ہے تو وہ ایک ناگہانی چمک ہوتی ہے وہ ایک کرن ہوتی ہے۔ جو آسمان سے آکر دل کو منور کرتی ہے۔ مگر صداقت کی حقیقی روشنی آہستہ آہستہ ہی دل کو منور کرتی ہے۔ اور آخر انسان کی رُوح پر آفتاب صداقت اپنی پوری تیزی کے ساتھ چمک اُٹھتا ہے۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس کی جست میں ایک انسان کئی منزلوں کو طے کر جائے۔ مگر اصلی حرکت وہی ہے۔ جو ایک مقام سے دوسرے مقام پر تدریجاً انسان کو پہنچاتی ہے۔

آگے چل کر پادری لنٹ صاحب لکھتے ہیں۔

"قریش نے مدینہ پر چڑھائی کی۔ اور دس ہزار فوج کے ساتھ اس کا محاصرہ کر لیا" صہ ۸۴

اور اگلے ہی صفحہ پر فرماتے ہیں۔

"اب ہم اپنے ہیرو کے پیچھے چلتے ہیں۔ جبکہ با ترتیب اور قواعد دان دس ہزار آدمی کی فوج کے ساتھ اُس نے مکہ پر چڑھائی کی۔ ایسی فوج عربوں نے کبھی نہ دیکھی تھی" صہ ۸۵

جب قریش دس ہزار فوج کے ساتھ مدینہ پر چڑھائی کرتے ہیں۔ تو اس میں کوئی امر حیرت انگیز پادری صاحب کو نظر نہیں آتا۔ مگر محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی دس ہزار

کی فوج ایک ایسا حیرتناک امر ہے کہ عربوں نے کبھی اسکا نظارہ بھی پہلے نہ دیکھا تھا نتیجہ یہ نکالنا مقصود ہے۔ کہ چونکہ اتنی عظیم الشان فوج عربوں کے پہلے کبھی نہ دیکھی تھی اسلئے بیچارے مرعوب ہو کر مسلمان ہو گئے۔ یہ بھی پادری صاحبان کی منطق۔ یہ ناواجب "نکتہ چینی" نہیں۔ مصنف کتاب کے اسلام پر نکتہ چینی اکثر حالات میں اسی قسم کی ہے۔ بلکہ اکثر اوقات واقعات کو ایسے رنگ میں بیان کیا گیا ہے۔ کہ جو پڑھنے والا اسلامی تاریخ سے ناواقف ہو وہ لازماً غلط نتیجہ پر پہنچے گا۔ چنانچہ صفحہ ۸۷ پر پادری صاحب لکھتے ہیں

"ایک ہی سال کے اندر محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) نے ایک ایسی فوج کو لے کر جو کسی عرب کے کبھی خواب و خیال میں بھی نہ آئی تھی۔ یعنی دس ہزار سوار اور بیس ہزار پیدل فوج کے ساتھ شمال کی طرف شام کے حدود کی طرف کوچ کیا۔ اور شمال کے عیسائی اور نیم عیسائی اقوام کو مسخر کیا اور اسلام کی آگ کو حدود کے پار تک پہنچایا"

اب یہ اس کتاب میں ایک واقعہ کے متعلق مکمل بیان ہے جسکا کوئی حصہ ترک نہیں کیا گیا۔ اب اگر کسی شخص کو پہلے سے مزید علم اصل واقعات کا نہیں تو وہ پادری لنٹ کی تحریر سے صرف یہی نتیجہ نکالے گا۔ اور اسی نتیجہ پر لوگوں کو پہنچانا پادری صاحب کا منشاء ہے۔ کہ فتح مکہ کے بعد جس قدر جلدی ممکن ہوا۔ پیغمبر خدا نے ایک جرار فوج جمع کی اور بغیر کسی وجہ کے صرف فتح اور لوٹ کی غرض سے شام کی حدود تک پہنچ گئے۔ تاکہ ان قوموں کو آگ اور تلوار سے مسخر کریں۔ اب یہ نتیجہ اصل واقعات کے بالکل خلاف ہے۔ مدینہ میں نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ اطلاع ملی کہ رومی سلطنت کے لشکر سرحد عرب پر جمع ہو رہے ہیں۔ اس سے پہلے مسلمانوں کی رومی سلطنت کی افواج کے ساتھ موتہ کے مقام پر مُٹ بھیڑ ہو چکی تھی۔ جہاں غالباً ان کو خطرناک شکست ہوتی۔ اگر خالد بن ولید کی جفاکشی جرأت اور تدبیر نے احسن طریق پر مقاومت کا پہلو اختیار نہ کیا ہوتا۔ اور اپنی فوج کو اس آزمائش سے گو فتح کے ساتھ نہیں مگر عزت اور امن کے ساتھ باہر نہ نکال لیا ہوتا۔ اس لیئے شام کی سرحد پہ افواج کے جمع ہونے کی خبر کو لاپروائی سے نہیں دیکھا جا سکتا تھا۔ اور نہ ہی کوئی دانشمند جرنیل خاموش بیٹھ سکتا تھا۔ اور آنحضرت صلعم نے یہ

فیصلہ کیا۔ کہ آپ کو اپنی افواج دشمن کے حملہ آور ہونے سے پہلے میدان جنگ میں لیجانی چاہئیں۔ تاکہ عرب حملہ سے بچا رہے اور مدینہ خطرہ میں نہ رہے۔ یہ سچ ہے کہ جب نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم تبوک پر پہنچے تو دشمن کی افواج مقابلہ کے لیئے نہیں آئیں۔ خواہ اس کی یہ وجہ ہو کہ پہلے ہی اُنھوں نے کسی بڑے اعلے پیمانہ پر تیاری نہیں کی تھی۔ اور خواہ یہ کہ مسلمانوں کی فوج کی خبر سُن کر اُن کے حوصلے پست ہو گئے ہوں۔ اور اُنھوں نے عرب پر حملہ آور ہو کر خواہ مخواہ اپنے آپ کو خطرہ میں ڈالنا مناسب نہ سمجھا ہو۔ اور اِسلیئے افواج کو منتشر کر دیا ہو۔ وہاں کوئی بڑی جنگ نہیں ہوئی۔ حالانکہ اگر نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم چاہتے تو ان کے حملہ کے لیئے ملک کھُلا پڑا تھا۔ آپ چاہتے تو بغیر کسی روک کے ملک کو لُوٹ سکتے۔ اور تباہ کر سکتے تھے۔ کیا پادری صاحب اس قدر بھی نہیں دیکھ سکتے۔ کہ جس صورت میں نبی کریم ایک حملہ کے مقابلہ کی پُوری تیاری کے لیئے نکل چکے تھے۔ تو اگر ان کی غرض خود جنگ کرنا نہ ہوتا نہ مدافعت تو کیا وجہ تھی کہ باوجودیکہ سرحد شام پر دشمن کی کوئی فوج جمع نہ تھی۔ مگر آپ نے اس کے مُلک پر حملہ نہیں کیا۔ صرف جو چھوٹے چھوٹے قبیلوں کے سردار تھے۔ اور جن کے علاقے اس راستے پر تھے۔ جو عرب سے شام کو جاتا تھا ان کے ساتھ آپ نے معاہدات کیئے اور واپس آ گئے۔ اس موقعہ پر دومہ اور ایلہ کے شہزادوں سے جو معاہدات کیئے گئے وہ اس قسم کے تھے۔ جیسے دُوسری جگہ پر مخالف اقوام سے معاہدات کیئے گئے۔ چنانچہ اُن میں سے ایک معاہدہ کو ہم یہاں نقل کرتے ہیں۔

"بسم اللہ الرحمن الرحیم ایک معاہدہ صلح کا جو اللہ اور اُس کے رسول اور نبی محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف سے یوحنا روبہ کے بیٹے اور ایلہ کے لوگوں کے ساتھ کیا گیا ہے۔ اُن کے لیئے جو اپنے گھروں میں رہیں اور اُن کے لیئے جو باہر سفر کریں۔ خواہ خشکی پر اور خواہ سمندر کے راستے۔ اور ان سب کے لیئے جو اُن کے ساتھ ہوں خواہ وہ شام کے رہنے والے ہوں یا یمن کے یا ساحل کے اللہ اور اللہ کے رسول محمد صلعم کی طرف سے ضمانت ہے۔ جو کوئی اس معاہدہ کی خلاف ورزی کریگا اُس کا مال اُسکو فائدہ نہیں دیگا بلکہ جو کوئی اس سے اسے لیگا وہ اسی کا حق ہوگا۔ نہ یہ جائز ہوگا۔ کہ ایلہ کے لوگوں کو

ان چشموں سے روکا جائے جو ان کا مرجع رہے ہیں۔ نہ ہی کسی راستے سے روکنا جائز ہوگا جس پر وہ چلنا چاہیں۔ خواہ وہ تری کا راستہ ہو یا خشکی کا۔ یہ جہیم اور شرجیل کی تحریر ہے۔ جو رسول اللہ کے حکم سے دی گئی "

دوسرے معاہدات میں بھی یہی فیاضی کی رُوح پائی جاتی ہے۔ اور وہ بانی اسلام کی وسعت قلبی اور مہربانی کی شاندار مثالیں ہیں۔ اگر آپ چاہتے تو ان لوگوں کو ایک اشارہ کے ساتھ کچل سکتے اور تباہ کر سکتے تھے۔ کیونکہ ان قوموں کی آپ کے لشکر کے مقابلہ میں کچھ بھی حقیقت نہ تھی۔ مگر آپ نے نہایت آسان شرائط پر خود اُن کو ایسے صلحنامے لکھ دیئے۔ کہ آئندہ کوئی مسلمان اُن کے حقوق میں دست اندازی نہ کرسکے۔ یہ سچ ہے کہ کچھ خراج کی رقم ہر ایک کے ذمہ ڈالی گئی۔ مگر یہ تو انصاف کی بات تھی۔ اگر آپ اُن کو اپنا باجگذار نہ بناتے اور اُن کی حفاظت کے ذمہ وار نہ ہو جاتے تو وہ رومی سلطنت کے ساتھ مل جاتے۔ یہ خراج ہمیشہ ہلکا ہوتا تھا۔ مارگولیتھ اس کے خلاف لکھتا ہے۔ مگر وہ اور کہہ بھی کیا سکتا ہے اس کی تردید کے لیئے یہ امر کافی ہے۔ کہ کچھ عرصہ بعد حضرت عمرؓ کو معلوم ہوا۔ کہ جو خراج ان سے لیا جاتا ہے وہ عام اوسط سے بہت کم ہے۔ لیکن آپ نے اُسے بڑھایا نہیں۔ اور یہ محض اس وجہ سے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ان لوگوں کے ساتھ معاہدات کر چکے ہیں۔ اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہ خراج جب لگایا گیا اسوقت بھی ہلکا سمجھا جاتا تھا +

(باقی آئندہ)

جلد اول رسالہ اشاعت اسلام
قیمت للعہ منیجر رسالہ سے
طلب فرمائیں

اسلامی نماز کا فلسفہ

(از قدوائی)

بہت سے لوگوں کو جو اسلامی نماز سے ناآشنا ہیں اُس کی مختلف ہیئتیں اور مختلف اوقات عجیب معلوم ہوتے ہیں۔ اور بہتوں کے نزدیک شاید یہ بے معنے ہوں۔ مگر وہ سب اپنے اندر ایک سچا فلسفہ رکھتی ہیں۔

اسلام فطرت انسانی کا مذہب ہے۔ اور اس لیئے فطرت انسانی کا صحیح نقشہ اسکے ہر ایک حکم میں نظر آتا ہے۔ کیونکہ اسلام کا خدا جو خالق فطرت ہے اس نے فطرت انسانی کے تقاضوں کو پورا کرنے کے لیئے یہ مذہب دیا ہے۔ اور جو کچھ فطرت کے لیئے ضروری تھا وہ سب اس کے اندر مہیا کر دیا ہے۔ اسلام کا پہلا اصول یہ ہے کہ یہ جسم اور رُوح دونو کا فکر کرتا ہے۔ اسلام کی اس دعا پر غور کرو جس میں یہ سکھایا۔ ربنا اٰتنا فی الدنیا حسنۃ وفی الاٰخرۃ حسنۃ وقنا عذاب النار۔ اے ہمارے رب ہمیں دُنیا میں بھی بھلائی عطا فرما اور آخرت میں بھی بھلائی عطا فرما۔ ابتدا کی بھلائی سے دُعا شروع کی اور انجام کی بھلائی پر ختم کی۔ اور اس طرح پر کسی بھلائی کو باقی نہیں چھوڑا۔ یہی دُعا ایک سچے مسلم کی زندگی کا صحیح نقشہ ہے۔ اور یہی اصول سب اسلامی دُعاؤں کے نیچے ہے۔ نماز یا دُعا کی غرض کیا ہے۔ وُہ بھی خود ہی قرآن کریم نے بتا دیا ہے واقم الصلوٰۃ ان الصلوٰۃ تنھیٰ عن الفحشاء والمنکر ولذکر اللہ اکبر۔ نماز کو قائم کرو کیونکہ نماز ہر ایک قسم کی بیحیائی اور ہر ایک قسم کے ناپسندیدہ امر سے روکتی ہے۔ اور اللہ کا ذکر یقیناً بہت بڑا (فرض) ہے۔

اِس غرض کو حاصل کرنے کا بہترین طریقہ وہی نماز کا طریقہ ہے جو خود اسلام نے سکھایا ہے۔ ہمارے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم ٹھیک اسی طرح نماز پڑھتے تھے جس طرح آج ہم نماز پڑھتے ہیں۔ ان تیرہ سو سالوں نے ایک بال برابر فرق نہ اس طرز عبادت میں

اور نہ اس کے معنے میں کیا ہے۔ وہی جسم ہے اور وہی رُوح ہے۔ ساری دنیا پر ہر روز مقررہ وقت پر سارے مُسلمان ایک ہی آواز میں ایک ہی خدا۔ رحمٰن۔ رحیم۔ رب العالمین کے حضور اپنی عاجزانہ التجاؤں کو پیش کرتے ہیں۔ طول بلد اور عرض بلد کا فرق۔ آب و ہوا کا فرق۔ رنگ و قومیت کا فرق مخلوق کے ایک ہی خالق کی نظر میں کوئی وقعت نہیں رکھتا۔ سپید رنگ کے لوگ اور سیاہ رنگ کے لوگ افریقی ایشیائی یوروپین سارے کے سارے مسلمان اپنی مسجدوں میں ایک ہی زبان بولتے ہیں اور اپنے رب اور اپنے خالق کے حضور ایک ہی قسم کی خواہشات اور ایک ہی قسم کی التجاؤں کو لیکر جاتے ہیں۔

اسلامی نماز کا ظاہری لباس تین مختلف عنوانوں کے نیچے آتا ہے۔ اوّل اوقات نماز۔ دوئم نماز کی تیاری۔ سوئم نماز کی مختلف ہیئات اور حرکات۔ پہلے ہم اس بات پر غور کریں گے۔ کہ نماز کے اوقات کے تعین میں کیا حکمت ہے۔ ہر ایک شخص اللہ تعالےٰ کے حضور جب چاہے جس جگہ چاہے اور جس زبان میں چاہے اپنی التجا لے جا سکتا ہے۔ مگر اسلامی نماز میں پانچ اوقات خاص طور پر مقرر کر دیئے گئے ہیں۔ اوّل فجر یا سورج نکلنے سے پہلے۔ دوئم ظہر یا دوپہر کے بعد۔ سوئم عصر یا تیسرے پہر۔ چوتھے مغرب یا سُورج ڈوبنے پر۔ پانچویں عشار یا سونے سے پہلے۔

دُنیا کے اکثر ممالک میں لوگ پانچ وقت جسم کی پرورش کے لیئے غذا کی ضرورت محسُوس کرتے ہیں اور اس لیئے قریباً تمام مہذّب اقوام نے کھانے یا ناشتہ کے پانچ اوقات مقرر کر دیئے ہیں۔ اسلام ایک ایسا مذہب ہے جو نہ صرف زبانی وعظ کرتا ہے۔ بلکہ جو کچھ یہ کہتا ہے اسپر عمل کرنیکا طریق بھی بتاتا ہے یہودی اور عیسائی مذہب دونوں نے یہ مسئلہ سکھایا۔ کہ انسان صرف روٹی سے نہیں جیتا۔ بلکہ ہر اس لفظ سے جو خداوند کے مُونھ سے نکلتا ہے۔ اُنھوں نے یہ وعظ تو کیا اور خوب کیا۔ مگر اُنکا وعظ بے سود رہا۔ کیونکہ اُنھوں نے عملی طور پر کوئی طریق نہ بتایا۔ کہ کس طرح لوگ خدا کی کلام سے جیا کریں اور صرف روٹی کو ہی اپنی زندگی کا سارا سامان نہ سمجھ لیں۔ نتیجہ یہ ہے کہ جہاں ان لوگوں کو یہ ضرورت محسُوس ہوتی ہے کہ نظام جسمانی کو قایم رکھنے کے لیئے پانچ دفعہ ہر روز کافی خوراک معدہ کے اندر پہنچائیں۔ رُوحانی زندگی کے لیئے ہفتہ میں صرف ایک بار ان کو گرجاؤں یا معبدوں میں جانیکی ضرورت محسُوس ہوتی ہے لیکن اسلام نے نماز کے لیئے ہر روز خاص اوقات مقرر کر دیئے ہیں تاکہ لوگ اس بات کو سیکھیں کہ جسطرح جسم کا فکر ضروری ہے اسی طرح رُوح کا فکر ضروری ہے۔ اور اگر جسم اس بات کا محتاج ہے کہ ہر روز

۴۔ ایک ہی صحیح الفاظ میں۔ ایک ہی جیسی ہیئت میں۔ ایک ہی قسم کی حرکات کے ساتھ خلوص دل سے۔

مقررہ اوقات پر اُسکی خبر گیری کا انتظام کیا جائے تو رُوح بھی محتاج ہے۔ پس ہر مسلمان عملاً دن میں پانچ مرتبہ خدا کی کلام سے زندگانی حاصل کرتا ہے۔ جسم کی فکر تو انسان نے خود اپنے لیئے کی۔ مگر اُسکی رُوح کا فکر اس کے خالق نے کیا۔ اور اسے بتایا کہ جس طرح جسم کی قیام کے لیئے پانچ مرتبہ خوراک کا پہنچانا ضروری ہے۔ رُوح کی پرورش کے لیئے بھی پانچ مرتبہ اس غذا کا پہنچانا ضروری ہے جو خدا کی کلام سے ملتی ہے۔ مگر ان اوقات میں اور اس قاعدہ مقررکردہ میں بھی ایک حکمت ہے۔ اور جیسا کہ اسلام کے کل قوانین فطرت انسانی کے تقاضا کو پُورا کرنے والے ہیں۔ ایسا ہی نماز کے اوقات بھی فطرت انسانی کے تقاضا کے مُطابق ہیں۔

ہم میں سے جن لوگوں کو شہروں سے باہر زندگی کا کوئی حصّہ بسر کرنیکا موقعہ ملا ہو اور جنھوں نے کبھی قدرت کے نظارہ کو دیکھا ہے۔ وہ جانتے ہیں کہ صبح کی روشنی کے ساتھ پرندگانا شروع کرتے ہیں۔ حیوانات میں ایک حرکت پیدا ہو جاتی ہے۔ اور درخت اور پھول بھی زندگی اور انبساط کا نظارہ دکھانے لگتے ہیں اور اُن کی بند کوپلیں کھلنے لگتی ہیں۔ اس سے صاف معلوم ہوتا ہے۔ کہ ساری قدرت اسوقت ایک خاص حالت میں ہوتی ہے۔ رات کے پُورے آرام کے بعد قدرتی طور پر ہر چیز نئے دن کے کام اور نئے دن کے فرائض کے لئے طیار ہوتی ہے۔ اور زبان حال سے ساری مخلوقات اپنے خالق کے اس انعام کے شکریہ میں جو رات کے آرام کی صورت میں اسے عطا کیا گیا ہے اسکی حمد کے گیت گاتی ہے۔ اور دوسری طرف اس شکرگذاری کی حالت کے ساتھ ایک عاجزانہ التجا کی حالت بھی کل مخلوقات کے اندر پیدا ہوتی ہے۔ کیونکہ نئے دن کے کام اور طاقت کے لیئے وہ اپنے مولا کے آگے ہاتھ پھیلاتی ہے۔ کہ تیری ہی طاقت سے ہم اس قابل ہو سکتے ہیں کہ نئے دن کے کام کو انجام تک پہنچائیں۔ پس جب ساری مخلوق کے اندر اسوقت شکرگذاری حمد انبساط التجا استعانت کی حالت پیدا ہوتی ہے تو انسان کے اندر جو اس ساری مخلوقات کا خلاصہ اور ساری کائنات میں اعلےٰ سے اعلےٰ جوہر ہے۔ کیوں یہ حالت پیدا نہ ہونی چاہیئے کیوں وُہ بھی اپنے خواب اور آرام کے بستر سے نہ اُٹھے اور اپنے آپ کو صاف کرکے اپنے مولا کے حضور حاضر ہو۔ تاکہ اس نیند اور آرام کا شکریہ ادا کرے جو اس کو رات کو اس کے مالک نے عطا فرمایا ہے۔ کیوں وُہ نہ اُٹھے اور اپنے مولا سے اس کام کے سرانجام دینے میں جو پھر اُسکے سامنے آگیا ہے مدد مانگے فطرت انسانی کے اسی تقاضا کو پُورا کرنے کے لیئے اسلام نے فجر کی نماز رکھی ہے۔

علاوہ اس رُوحانی تڑپ کے جو فطرتاً صبح کے وقت طبیعت کے اندر پیدا ہوتی ہے۔ ہم سب جانتے ہیں کہ

سویرے اُٹھنا صحت کے لیئے بھی مفید ہے۔ جب سورج نکلنے سے پہلے ہمارے لیئے نماز کا وقت مقرر ہے۔ اور مؤذن کی آواز الصلوٰۃ خیر من النوم نیند سے نماز اچھی ہے۔ ہمارے کان میں پڑتی ہے۔ تو ہم زیادہ دیر تک سوتے رہنے کی مرض سے بچ جاتے ہیں۔ اور پھر سارا دن کام کے لیئے بھی ہمیں ملجاتا ہے۔ ہماری نماز ہمارے جسم کے لیئے بھی مفید ہوتی ہے۔ اور اسطرح یہ رُوحانی فایدہ کے ساتھ جسمانی فایدہ بھی میسر آتا ہے۔ یہ فجر کی نماز کے فوائد ہیں۔ اور یہ حکمت ہے کہ کیوں یہ وقت نماز کے لیئے مقرر کیا گیا ہے۔ اسمیں ہماری رُوح کو ہی عین ضرورت کے وقت غذا نہیں ملتی بلکہ جسم کو اور جسمانی صحت کو بھی فائدہ پہنچتا ہے۔

اسکے بعد ظہر کی نماز آتی ہے۔ ہم سب جانتے ہیں کہ آدھا دن کام کر چکنے کے بعد جس میں ہمنے اپنا پورا زور لگایا ہے۔ ہمارے دل میں یہ خواہش پیدا ہوتی ہے کہ کچھ آرام اور کچھ غذا ملجائے۔ رات کے آرام نے ہمارے جسم میں کچھ زائد قوت پیدا کر دی تھی جس کی وجہ سے ہم ان میں اپنے قوے کو کام پر لگا سکتے ہیں اور اسطرح پر اپنا نصف کام بغیر تکان کے کر سکتے ہیں۔ لیکن جب دوپہر ہوتی ہے تو پھر ہمیں کچھ غذا کی حاجت معلوم ہوتی ہے۔ اور کسی قدر آرام کے لیئے بھی طبعی تقاضا پیدا ہوتا ہے۔ یہی حالت ہماری رُوحانی ضروریات کی ہے ہم اسبات کو محسوس کرتے ہیں کہ پھر اپنے مولا کے حضور حاضر ہو کر اسکا شکریہ ادا کریں کہ اُس نے ہمیں اس قدر کام کرنیکی توفیق اور طاقت دی۔ نصف دن کا کام ختم ہونے پر فطرت انسانی ایک گونہ اطمینان محسوس کرتی ہے۔ اور اپنے مالک کا شکریہ ادا کرنے کی امنگ دل میں پیدا ہوتی ہے۔ پس ایک مسلمان پھر کام کو چھوڑتا وضو کرتا اور اپنے مولا کے حضور حاضر ہو کر اُسکی حمد کرتا اور پھر نئے سرے کام پر لگنے کے لیئے اسکی مدد چاہتا ہے۔

اسکے بعد جسمانی نظام خوراک میں تیسرے پہر کی چائے کا وقت آتا ہے۔ انسان کچھ تازہ غذا کی ضرورت محسوس کرتا ہے۔ جو مسلمان نہیں وہ صرف اپنے جسم کی غذا کی حاجت کو محسوس کرتا ہے مگر مسلمانؐ پر درود اور رحمتیں اور برکتیں ہوں اس نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم پر کسطرح اُس نے فطرت انسانی کے تمام تقاضوں کو سمجھا اور کیسے موزون اوقات خداوند کے کلام سے رُوحانی زندگی کے حاصل کرنیکے لیئے مقرر کیئے۔ عصر کی مختصر نماز سے ہمارے قلب پر وہی تازگی کی رُوحانی کیفیت وارد ہوتی ہے۔ جیسے جسم پر ایک چاء کے پیالہ سے۔

اسکے بعد سورج غروب ہوتا ہے جسے مغرب کا وقت کہا جاتا ہے۔ نظارہ قدرت میں۔ یہ بھی ایک عجیب انقلاب کا وقت ہے۔ چرند پرند بلکہ خود درخت تک۔ گویا اسوقت دن کی محنت کو ختم کرنیکے لیئے تیار ہو جاتے ہیں لیکن قبل اسکے کہ وُہ اپنے کام کو چھوڑیں۔ انمیں پھر ایک جوش پیدا ہوتا ہے کہ اپنے مالک و خالق کی حضو

ایک اور دن اپنی نعمتوں سے متمتع کرنیکے لیئے شکریہ ادا کریں پس ساری مخلوقات کے اندر پھر ایک دُعا اور ایک التجا کی کیفیت پیدا ہوتی ہے۔ تو کیا انسان ہی ایسا ناشکر گذار ہو۔ کہ ساری مخلوقات پر ایک گونہ حاکم ہونیکے باوجود وہ اس شکریہ میں شامل نہ ہو جسکی ضرورت باقی مخلوقات محسوس کرتی ہے۔ حالانکہ اسپر بہت زیادہ حق ہے کیونکہ سب کچھ اُسکے لیئے مسخر کیا گیا ہے کیسے کیسے چیزیں آج کی زندگی میں اُسکی صحت اور اُسکی راحت کو بڑھانیوالی ہوئی ہیں کسقدر چیزوں نے اسے اپنے اور اپنے اہل وعیال کے لیئے معاش کے حاصل کرنے میں مدد دی ہے۔ تو کیا اسقدر نعمتوں کے باوجود کہ اور کوئی مخلوق اس قدر نعمائے الٰہی سے متمتع نہیں ہوتی۔ فطرت انسانی کا تقاضا نہیں کہ وہ اپنے مالک حقیقی کے حضور سجدہ میں گر جائے اور تھوڑی دیر کے لیئے آستانۂ ربوبیت پر سر رکھ کر اُسکا شکر گذار ہو کیونکہ یہ سب سامان سب نعمتیں محض خدا کے فضل نے ہی اسے دی ہیں۔ ورنہ وہ خود کیا حقیقت رکھتا ہے کسقدر کمزور اور عاجز ہے جس کی اپنی زندگی بھی اُسکے اختیار میں نہیں ہے۔ بلکہ صرف تھوڑی سی ہوا کے اندر جانے اور باہر آنے پر ہی سارا دارومدار ہے۔ ہاں وہ خود اس وسیع مخلوقات میں ایک ذرۂ بیمقدار سے بڑھ کر وقعت نہیں رکھتا۔ کیا وہ شکر گذار نہو کہ کس طرح ساری مخلوقات سے فائدہ اُٹھانیکے سامان اسکے ہاتھ میں دیدیئے گئے ہیں پھر اس کے اوپر ایک اور وقت آتا ہے۔ انکا کام بھی ختم ہو چکا۔ رات کے آرام کے لیئے وہ از سر نو تازہ غذا سے خوب تر و تازہ ہو چکا ہے۔ اور کام کے بعد آرام بھی کر چکا ہے۔ اور اب اسبات کی تیاری میں ہے کہ بستر پر لیٹے اور راحت بخش نیند سے اپنے دن کے سارے تکان کو دُور کرے۔ لیکن کیا جب وہ اس جھوٹی موت کی تیاری کرتا ہے تو کیا یہ اس پر حق نہیں کہ اپنے دن کے کام اور دن کی خوشیوں کا ان اچھے اور بُرے کاموں کا جو اُسنے دن بھر میں کیئے ہیں ایک دفعہ محاسبہ کرے اور دیکھے کہ اس دن کی زندگی میں کونسا مفید کام اُسنے کیا۔ بیشک ایسے وقت میں ایک بروست تحریک فطرت انسانی کے اندر پیدا ہوتی ہے کہ خدا کے حضور بھی حاضر ہو اور اُسکی مناجات کرے اور سونے سے پہلے۔ ہاں اس نیند کیحالت میں جانے سے پہلے جو موت سے اس قدر مشابہت رکھتی ہے۔ ایک صحیح فطرت انسانی کے اندر یہ ضرور خواہش پیدا ہوتی ہے اور یہی وجہ ہے کہ بستر خواب پر جانے سے پہلے دعا کا رواج اور قوموں میں بھی پایا جاتا ہے لیکن ایک مسلمان جسکے جذبات میں فطرت کا صحیح نقشہ موجود ہے۔ وہ ایسے وقت میں اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء اور اُسکے حضور اپنی التجا پیش کرنیسے کسطرح غافل ہو سکتا ہے۔ یہی عشاء کی نماز ہے جسکے بعد قلب کے اندر ایک ایسا سکون پیدا ہوتا ہے۔ کہ انسان کے خواب کو بہت بڑھکر راحت بخش بنا دیتا ہے ✦ (باقی آئندہ)

ایک ضروری التماس

جو کچھ کام تبلیغ اسلام کا اس رسالہ کے ذریعہ سے ہو رہا ہے۔ وہ محض اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جس کیلئے ہم اس ذات پاک کے شکر گذار ہیں اور ہماری شکر گذاری یہی ہے کہ ہم اپنی کوششوں کو پہلے سے بھی بڑھائیں۔ خدا کا یہ حکم تھا۔ ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر ایک گروہ تم میں ہمیشہ ایسا موجود رہے کہ وہ اس خیر عظیم کی طرف جو اسلام کی صورت میں دنیا میں ظاہر ہوئی ہے۔ لوگوں کو بلاتے رہیں۔ مگر کیا مسلمان سلطنتیں اور کیا مسلمان امراء اور کیا متوسط درجے کے لوگ۔ کیا علماء اور کیا سجادہ نشین اس زمانہ میں اس فرض کی طرف سے غافل ہیں اور بہت سے تو ایسے ہیں کہ بجائے اس کے کہ کسی دوسرے کی تبلیغ کے کام میں معاون ہوں رکیں پیدا کرنیکے درپے ہو جاتے ہیں۔ خیر یہ تو خدا کا کام ہے ہو کر رہے گا۔ یہ وعدہ تیرہ سو سال پیشتر کا ہے کہ میں اس دین کو کل دینوں پر غالب کروں گا۔ ہاں جس قدر اس وعدہ الٰہی کو حاصل کرنے کے لیئے زیادہ زور لگایا گیا۔ اس قدر اسکے ایفاء کا بھی نمایاں ظہور ہوتا رہا اس زمانہ میں چونکہ اسطرف سے بالکل لاپروائی ہو رہی ہے۔ اس لیئے ہم ان احباب کیخدمت میں جو رسالہ ہذا کے خریدار ہیں جنکو یہ علم ہے کہ یہ رسالہ کیا کام کر رہا ہے۔ جسپر ایک سرسری نظر ہم پچھلے نمبر میں کر بھی چکے ہیں۔ یہ عرض کرتے ہیں کہ وہ اپنے بھائیوں کو اس فرض کیطرف متوجہ کرنیکی کوشش کریں۔ اس عظیم الشان کام کے مقابل جو ابھی ہم نے کرنا ہے۔ یہ ہماری کوشش ایسی ہے جیسے سمندر کے سامنے ایک قطرۂ آب۔ اور گو ہم بہت سے احباب کے مشکور ہیں۔ کہ انھوں نے رسالہ ہذا کے ناظرین کا دائرہ وسیع کرنیکی کوشش کی ہے۔ تاہم پھر انکی خدمت میں بھی یہ عرض کرتے ہیں کہ معمولی عیسائی مشنری رسالوں کی اشاعت ہزاروں سے نکلکر لاکھوں تک پہنچ جاتی ہے۔ مگر افسوس ہے کہ اسلام کا یہ ایک ہی تبلیغی رسالہ ہے اور کروڑہا مسلمانوں کی طرف سے دین اسلام کی دعوت کا ایک ہی ذریعہ جس نے توحید کا پیغام تثلیث کے مرکز میں پہنچایا ہے۔ مگر اسکی طرف بھی مسلمانوں کی توجہ نہیں الا ماشاء اللہ اسلیئے ہمارے ناظرین جو اب اس دعوت میں ہمارے شریک ہو چکے ہیں وہ دوسروں کو بھی اسمیں شریک کرنیکی کوشش کریں

اسلام کی اشاعت کے لیئے ہمارے بزرگوں نے کیا کیا کوششیں کیں۔ ان کے بالمقابل ہماری کوشش کیا ہے۔ تھوڑے سے مال سے ہم اس ثواب میں شریک ہو سکتے ہیں۔ جو گھروں اور مالوں اور جائدادوں کو چھوڑ کر اور جانوں کو خدا کی راہ میں دے کر پہلوں نے پایا۔ اس چھوٹی سی قربانی کے لیئے بھی جو درحقیقت قربانی کے نام کے مستحق بھی نہیں۔ جو شخص تیار نہیں ہوتا وہ اسلام کی اس خدمت سے پہلو تہی کر کے اسلام کا کچھ نہیں بگاڑتا۔ بلکہ اپنا ہی نقصان کرتا ہے۔

پس ہم مکرر اپنے ناظرین کیخدمت میں التماس کرتے ہیں۔ کہ وہ اپنی اپنی جگہ اپنے آپ کو اس کار خیر میں شریک اور معاون سمجھیں۔ سال حال کے لیئے اگلے ماہ کا پرچہ وی پی ہوگا۔ اسے وصول کر کے دفتر کو شکوریکا موقعہ دیں۔ مگر صرف اسی قدر سے وہ اس اعانت کے فرض سے سبکدوش نہیں ہو جاتے بلکہ اصل بات یہی ہے۔ کہ اس کثیر حصہ کو جو اب تک اس طرف سے بالکل غافل پڑا ہے۔ جگانا اور اس کام میں شریک کرنا ضروری ہے۔ اسوقت اگر ہمکو یہ خوشی ہے کہ ایک سال میں پچاس اشخاص[1] یورپ میں حلقہ بگوش اسلام ہوئے ہیں تو یقین جاننا چاہیئے کہ اس سے دس گنی کوشش ہزارہا انسانوں کو اس سلسلۂ اخوت میں لا سکتی ہے۔ انگلستان کی ایک بستی میں ہمارا کام ہے۔ صرف ایک رسالہ ہمارا[2] انگریزی زبان میں ہے۔ وہ بھی ایک ڈیڑھ ہزار کی مفت اشاعت تک محدود۔ اسی کی مفت اشاعت اگر دس ہزار تک پہنچ جائے۔ اور اس کے ساتھ ہی دوسرا اسلامی لٹریچر بھی ہم مفت نہیں تو ارزاں قیمت پر دے سکیں۔ اور کام کا دائرہ کچھ وسیع ہو کر چند اور مقامات میں جو ہمارے ذہن میں ہیں کام کی توسیع ہو جائے تو ایک ایک نومسلم کی جگہ دس کی خوشخبری ہمارے کانوں تک پہنچے اور ادھر سے کوشش پر پورا زور دے کر ہم الذین جاھدوا فینا کے مصداق اپنے آپ کو بنا دیں اور نصرت کے جاذب بنیں تو ادھر سے رایت الناس یدخلون فی دین اللہ افواجا کا نظارہ بھی دیکھنے کے مستحق ہو جائیں گے مگر یہ ایک انسان کی نہیں قوم کی کوششوں پر منحصر ہے۔ ایک وقت تھا کہ یہ کام ابتدائی حالت میں تھا اور یہ وہم گذر سکتا تھا۔ کہ خدا جانے ہم اعانت کریں تو وہ صحیح موقعہ پر بھی ہے یا نہیں۔ مگر اب اس بیج کو خدا نے مسلمانوں کی آنکھوں کے سامنے بارآور کر کے۔ اور ایک کمزور کوشش کو اپنی نصرتوں سے مالا مال کر کے کم از کم مسلمانوں پر حجت پوری کر دی ہے۔ اب جو شخص اس مشن کی نصرت سے ہاتھ پیچھے ہٹاتا ہے اور بخل سے کام لیتا ہے۔ وہ خدا کے نزدیک بھی جوابدہ ہے۔ وما علینا الا البلاغ +

[1] فروری ۱۹۱۶ء تک ۶۴ [2] اسلامک ریویو و مسلم انڈیا ۔ صہ ۔ پرچہ کسی انگریز کے نام مفت جاری ہو سکتا ہے۔

قرآن کریم کے تفسیری نوٹ

حضرت مولنا مولوی محمد علی صاحب ایم۔اے۔ایل ایل بی کے وجود باجود سے علمی و مذہبی دُنیا بخوبی واقف ہے۔آپ نے حال ہی میں قرآن کریم کا انگریزی میں ترجمہ کیا ہے۔جو لندن میں زیر طبع ہے۔اُردو خوان پبلک اور بالخصوص مسلمان احباب کو مبارک ہو۔کہ آپ نے قرآن کریم کی تفسیری نوٹوں کو اُردو میں بھی شایع کرنا شرُوع کر دیا ہے۔جس کے دو حصّہ شایع ہو چکے ہیں۔پہلے حصّہ میں صرف پارہ اوّل کے نوٹ ہیں۔اور دُوسرے میں جو نکات القرآن کے نام سے شایع ہوُا ہے۔سورہ بقرہ ختم کر دیگئی ہے۔حصّہ اوّل کے متعلق ہندوستان کے ممتاز ترین اخبارات زمیندار اور وطن کی رائیں حسب ذیل ہیں:

زمیندار ۱۵۔اپریل ۱۹۱۵ء "جناب مولوی محمد علی صاحب ایم۔اے اُن عزیز الوجود بزرگوں میں سے ہیں جن کی عالمانہ زندگی کا کوئی لمحہ خدمت اسلام سے خالی نہیں رہتا۔وہ روزانہ قرآن کریم کا درس دیتے ہیں۔اور ہر آیت کی تفسیر میں حقائق و معارف کے دریا بہا دیتے ہیں۔حال میں اس درس مقدس کے بعض اہم اقتباسات اُنھوں نے خود ہی قلمبند کر کے شایع فرمائے ہیں۔جن میں اکثر آیات جزو اول اور کسی قدر آیات جزو ثانی کی تفسیر ہے۔اور اس خوبی کی تفسیر ہے۔کہ شاید اُردو زبان کا خزانہ ایسے تابناک جواہر ریزے بڑی مشکلوں سے بھی نہ نکال سکے"

وطن ۱۳۔اپریل ۱۹۱۵ء "مولوی صاحب موصُوف نے قرآن شریف کے پہلے پارہ کے تفسیری نوٹ لکھ کر شایع کیئے ہیں۔ہمارے پاس بھی ایک کاپی بغرض ریویو اُنھوں نے بھیجی ہے۔...کاغذ لکھائی چھپائی سب موزُون اور قابل تعریف ہے۔اِس وقت تک کثرت مشاغل کے سبب بالاستیعاب اس کتاب کو پڑھنے کا موقع نہیں مِلسکا۔لیکن جستہ جستہ مختلف مقامات کو ہمنے دیکھا ہے اور ہمیں بات کا یقین ہو گیا ہے۔کہ یہ نہایت مفید کتاب ہے... اِس کی قدر مسلمانوں کو ضرور کرنی چاہیئے جیسی کہ مولوی صاحب کے علم و فضل سے توقع تھی اُنھوں نے زمانہ حال کی ضروریات اور غیر مذاہب والوں کے اعتراضات کو جو وہ قرآن شریف پر کیا کرتے ہیں پیش نظر رکھ کر یہ نوٹ لکھے ہیں... ہماری خواہش ہے کہ مولوی صاحب موصُوف اسیطرح پُورے قرآن شریف کے تفسیری نوٹ شایع کر سکیں.... ہم اپنی طرف سے اس کتاب کی پچاس۵۰ جلدیں خرید کر مساجد کے اُن اماموں کو جو کم استطاعت ہیں۔فائدہ عام کے لیئے مُفت تقسیم کرنا چاہتے ہیں"

النبوۃ فی الاسلام ۱۲

مصنفہ جناب حضرت مولوی محمد علی صاحب کا نام کافی ہے

استدلال کیا ہے اسکے عقائد

قرآن کریم اور احادیث و اقوال ائمہ

کمالات کی حقیقت بیان کی گئی ہے

اس میں مجددین اور اولیاء امت

مذاہب پر اسلام کی فوقیت کو ثابت کیا ہے

دین اسلام کی اکملیت اور دیگر

شان اور فضیلت کو بیان کیا ہے

خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی

جو نبوت کی اصلی غرض و غایت

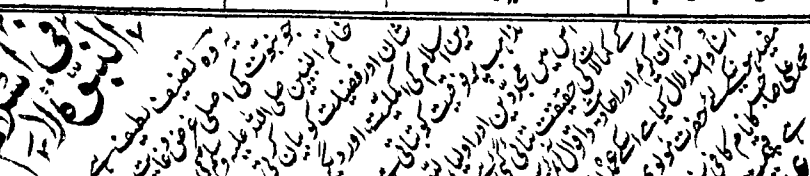

وہ تصنیف لطیف ہے

منیجر اشاعت اسلام۔عزیز منزل۔احمدیہ بلڈنگس۔نو لکھا۔لاہور

نکات القرآن حصہ دوم قیمت (۶/) ✤ قرآن کریم کے تفسیری نوٹ حصہ اول (۶/)

اجرتِ اشتہارات

رسالہ اشاعت اسلام کا دائرہ اشاعت ایک سال کے قلیل عرصہ کے اندر محض اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے دو ہزار سے متجاوز کر گیا ہے۔ ہمیں امید واثق ہے۔ کہ بڑی عجلت سے اس کا دائرہ اشاعت دس ہزار ہو جاویگا۔ مشتہرین کے لیئے اپنے اشتہار درج کرانیکا اس سے بڑھ کر نادر موقع اور کوئی نہیں ہو سکتا۔

(مینیجر رسالہ)
اشاعت اسلام لاہور

نرخنامہ

انداز صفحہ	ایک بار	سہ ماہی	ششماہی	سالانہ
چوتھائی صفحہ	عمر	۴عہ	للعہ	مہ
نصف صفحہ	عہ	صہ	لعہ	مہ
پورا صفحہ	للعہ	۵	۱۸	۳۰

نوٹ:۔ باقی امورات خط و کتابت سے طے ہو سکتے ہیں +

ست سلاجیت

مقوی اعضا ہے۔ معدہ و دیگر اعضا رئیسہ کو تقویت دیتا ہے۔ بدن میں چستی پیدا کرتا ہے۔ انگریزی قیمتی ادویات کے مقابل یہ کم قیمت مفرد دوائی دماغی کام کرنیوالوں کے لیئے بہت مفید ثابت ہوئی ہے۔ کام کے بعد تھکاوٹ بالکل محسوس نہیں ہوتی۔ اگر اسے اکسیر البدن کہا جاوے تو مبالغہ نہیں تبت و گلگت کے پہاڑوں سے سلاجیت منگوا کر ست تیار کیا جاتا ہے۔ درد کمر۔ زکام۔ ریزش۔ کھانسی کو رفع کرتا ہے۔ چوٹ کے درد کے لیئے تو حکمی علاج ہے۔ ہر موسم میں مرد۔ زن۔ ضعیف۔ بچہ بلغیر کسی پرہیز کے استعمال کر سکتے ہیں۔ قیمت فی تولہ جو قریباً دو تین ماہ کے لیئے کافی ہے۔ (عہ) نوٹ:۔ قیمت واپس اگر خالص نہ ہو +

مینجر کارخانہ ست سلاجیت۔ احمدیہ بلڈنگس۔ نولکھا۔ لاہور

خضاب بیضا

زیادہ لن ترانی کی ضرورت نہیں

یہ خضاب سلاطین حکمت کی نہایت پرانی چند قلمی مجرب نسخہ جات کی کتاب میں سے تجربہ کرکے ناظرین کو پیش کیا ہے۔ جو ایک منٹ میں سفید بالوں کو سیاہ مضبوط ملائم اور چمکدار بناتا ہے۔ بال دھونے اور برش کی ضرورت نہیں۔ قیمت فی شیشی ایک روپیہ (عہ) جو آٹھ یا نو ماہ تک کافی ہے۔ علاوہ محصولڈاک + عدم گنجائش کیوجہ سے بیشمار سارٹیفکیٹ درج نہیں کر سکا

المشتہر

سید فضل شاہ۔ اکبری دروازہ محلہ چیل بی بیاں۔ لاہور

ایک سلائی سے اندھی آنکھ روشن کرنیوالا جواہر نور العین

ہیرے موتی پانسو روپیہ ماشہ والا خالص سرمہ بھی جواہر نور العین کا مقابلہ نہیں کر سکتا اور ہمیشہ اور دیگر اقسام کے سرمہ کی تو اس کے سامنے کچھ بھی حقیقت نہیں کیونکہ اسکی ایک سلائی سے دھند دور نظر و کمی شبکوری یعنی رتوندی رفع اور ایک ہفتہ میں روئے یعنے ککرے ناخونہ جالا پھولا موتیا بند ضعف بصارت ہر قسم کا اندھا پن معدوم ہو کر نظر بحال ہو جاتی ہے اور آنکھ بنوانے اور عینک لگانے کی ضرورت نہیں رہتی۔ قیمت فی ماشہ درجہ خاص عہ درجہ اعلیٰ للعہ

ہم نے شہادت سندات میں سے صرف چند کی مختصر نقل انکے اصلی الفاظ میں

موتیا بند اور پھولے کے دس نفر

اچھے کر دیئے دستخط سردار امیر محمد خان صاحب گورنر غزنی

۲۵ برس کی بند آنکھ کھل گئی

اور پربال دور ہو گئے۔ دستخط لالہ رام جی صاحب زمیندار کانپور

دس برس کے ککرے یعنے روئے

دور کر دیئے دستخط شہزادہ ضیاء الدین صاحب از پشاور

اپریشن جو ککرے دوبارہ ہوگئے تھے

جواہر نور العین نے اچھے کر دیئے دستخط عبد الرحیم سوداگر انار کلی لاہور

دس سال کی شبکوری دور کر دی

دستخط خواجہ جمال الدین صاحب از راولپنڈی

۱۵ سالہ چیچک کا پھولا دور کر دیا

دستخط سردار سید محمد صاحب از کابل

شربت جانفزا

بھوک لگاتا کھانا ہضم کرتا اور صرف اور نفیس خون پیدا کر کے تمام جسم کی پرورش کرتا اور دبلے پتلے کو فربہ اور بیار دھا تو بناتا اور دل و دماغ کو طاقت دیکر عقل ہوش ہوشی حافظہ تیز کرتا ہر بحالت ضعف اور غشی اسکی ایک خوراک دینے سے ۵ منٹ میں بیہوش ہوش میں آکر بات چیت کرنے لگتا ہو۔ خصوصاً بڑی عمر کے بچے جو ہمیشہ کمزور دبلے پتلے اور دھند اور مٹاپا سینہ کی امراض میں مبتلا رہتے ہیں اسکے استعمال سے جلدی تر و تازہ ہو جاتے ہیں کھانسی اور سل کی امراض کیلئے تو یہ اکسیر بے نظیر ہے ایک ہفتہ میں ۳ پونڈ وزن بڑھاتا ہو قیمت فی شیشی عہ حسن افروز چہرہ کی چھائیاں اور سیاہ داغ دور کر کے سیاہ فام کو گلفام بناتا ہے قیمت عہ

پتہ:۔ ڈاکٹر نبی بخش سابق میڈیکل افسر افغانستان دہلی دروازہ لاہور

بہارِ حسن

پری جمال کتنے ہیں جسکو وہی صورت پری **بہارِ حسن** حسن کی شان بڑھانے کا ذریعہ ہیں یہ چیزیں

معزز حضرات! دہلی کے قدیم خاندانی اطبا کے سینکڑوں برس کے خاص خاص مجربات اور حسن و خوبصورتی پیدا کرنیکے صابن و خوشبودار تیل خاص طور پر تیار کرائے جاتے ہیں۔ (دواخانہ کی بڑی فہرست مفت ملتی ہے۔)

پری جمال صابون

گورے خوبصورت بنانیکی بے نظیر ایجاد ہے۔ تازہ تازہ پھولوں اور مسطگی اور دیابانش سے طیار کیا جاتا ہے۔ جلد کی تمام چھائیاں مہاسے داغ دھبے دور کردیتا ہے جلد کو مخمل کی مانند نرم کردیتا ہے۔ فی بکس صابن دانی (عہ)

روغن پری بہار گیسو دراز

تازہ تازہ پھولوں کی بہار اور مستانہ خوشبو میں لاجواب ہے۔ بالوں کو لمبا اور ریشم کی طرح ملائم کر دیتا ہے۔ اس کی بھینی بھینی خوشبو سے دماغ معطر ہو جاتا ہے فی شیشی ۱۰ تولہ قیمت ایک روپیہ .... (عہ)

حب جواہر مہرہ

قلب و معدے و جگر و دل و دماغ کو قوت پہنچاتی ہیں کمزوری کو بہت جلد دور کرتی ہیں۔ فی شیشی ۸ گولیاں قیمت (عہ)

دوائی ضیق

ہر قسم کی کھانسی و دمہ کے لیئے انتہا مفید ہے اور ضعف دماغ کے لیئے اکسیر ہے فی شیشی ۶ ماشہ قیمت (عہ)

حب بواسیر

خونی و بادی بواسیر کا مجرب علاج۔ مسوں کو دور کرتی ہیں محلل ریاح ہیں فی ڈبیہ چالیس گولیاں قیمت (عہ)

المشتہر حکیم محمد یعقوب خان مالک دواخانہ نورتن دہلی بازار فراشخانہ

بیس سالہ بیمار بچ گیا۔ **اینٹی ڈرماپس** بیس سالہ بیمار بچ گیا۔

تمام جلدی بیماریوں کے لیئے بے بو اور بے ضرر دوائی ہے۔ اسکے بیرونی استعمال سے بھگندر پھوڑا پھنسی پھوڑ۔ ڈاڈ۔ چنبل سرخ باد کسی تیز دھار والے آلہ کا زخم۔ بدھ اہجیراں۔ گرمی ناسور۔ خارش۔ دانتوں سے خون بہنا۔ مسوڑوں کا پک جانا۔ دانتوں میں خورہ لگ جانا وغیرہ وغیرہ غرضیکہ کسی قسم کا اور کیسا ہی پرانہ زخم کیوں نہو جس سے کل دنیا کے ڈاکٹر مایوس ہوچکے ہوں۔ علاج ہفتوں یا مہینوں نہیں کرنا پڑتا ہمارا دعوے ہے کہ صرف ایک دفعہ لگانے سے ہی زخم نصف کے قریب شرطیہ درست ہوجاویگا۔ پرچہ ترکیب ہمراہ ارسال ہوگا۔ قیمت فی بکس ایکروپیہ (عہ) محصولڈاک ۴ر نمونہ ۴ر۔ اسکے متعلق ہمارے پاس متعدد سرٹیفکیٹ ہیں

المشتہر۔ ٹی ڈرما اینڈ کو۔ وزیرآباد۔

اصلی قیمت ایکروپیہ چار آنے **شکسپیئر اردو نظم میں** رعایتی قیمت ایک روپیہ (عہ)

یہ وہی مقبول عام ترجمہ ہے۔ جسے اظہر علی صاحب آزاد ایم۔ آر۔ اے۔ ایس (لنڈن) نے لکھنو کی شستہ زبان اور گلزار نسیم کے بحر میں کیا۔ تین صوبوں کی ٹیکسٹ بک کمیٹیاں منظور کرچکی ہیں۔ ناظرین کی ملاحظہ کے لئے "مشتے **نمونہ از خروارے**" ذیل میں درج ہے:۔ ؎

ماہ رخشاں یہ پیارا منظر
ہے دیکھ رہا بدیدۂ تر

فرمایئے کیا ترجمہ معلوم ہوتا ہے۔ ؟
"تالیف میں تصنیف کا لطف آرہا ہے یا نہیں"

ملنے کا پتہ

دفتر رسالہ پیامِ امید۔ ایٹہ۔ یوپی

امرت پروا

یعنی

آب حیات

یہ کایا پلٹ سریع الاثر تیر بہدف دو تریاق رافع سموم اور مسکن مبرد معرق مفرح محلل و مبدل دافع عفونت فاذ زہر وبائی امراض کے دفعیہ کے لیئے مسیحا جسکے پاس ہو ہشیار باتدبیر طبیب تجربہ کار و ڈاکٹر مددگار معاون صحت کا کام دیتا ہے باہر مالش کرنے سے کل قسم کے درد دور کرتا ہے۔ آتش سوختہ مقام پر لگانے سے درد سوزش دور کرتا ہے۔ جیسا انسانی امراض کو دور کرتا ہے۔ اسی طرح حیوانات و پالتو جانوروں کو فائیدہ بخشتا ہے

ان وعدوں کی تصدیق ہر حصہ دنیا سے ہو رہی ہے کہ ہزاروں سندوں میں چند درج کرتا ہوں

قیمت فی شیشی جو سات مریض کے لیئے کافی ہے عہ، سو دو سو روپیہ نہیں۔ سولہ آنہ خرچ کرکے امتحان کر لیویں۔ دعوی سچا ہے یا مبالغہ جسکی ہزار دو ہزار نہیں کئی ہزار ہر قوم و ملت ہر ملک کے لوگ گواہی دیتے ہیں۔ کہ وہ آزما چکے ہیں۔ دوائی کے جسقدر فوائد مشتہر ہوئے ہیں وہ سب درست ہیں۔ پھر کیوں آپ پس و پیش دکھ اٹھاتے ہیں۔ اکسیری دوا کو منگوا کر مرض سے نجات پاکر موجد کے ایجاد کی داد دیجیئے۔ داخلی خارجی طور پر ہر مرض میں بچہ جوان بوڑھا مرد عورت کو بلا اذیت نفع پہنچاتے ہیں۔ انڈیا میں بوجہ غربت و بے سروسامانی جسقدر امراض پیدا ہوتے ہیں ان سب کا حکمی علاج ہے۔ کتاب آبحیات جسمیں مفصل ترکیب بدرقہ و صحت یافتہ لوگوں کے نام و نشان ہیں پتہ لکھنے والے کو مفت بھیجی جاتی ہے **طاعون** لاعلاج میں اس سے بچنے کی تدابیر مفت اخیر عمر تک جوانی کی قوتیں کس طرح قایم رہ سکتی ہیں مفت

طاعون کی گلٹی پر لگانے سے گلٹی گم ہو جاتی ہے۔ اور اگر متواتر چند خوراک پلاویں طاعون نمونیا کھانسی کو دور کرتا ہے۔ بچھو سانپ گزیدہ کو فائیدہ کرتا ہے۔ قیمت ایک شیشی ایک روپیہ چھ شیشی پانچ روپیہ درجن دس روپیہ۔ پتہ حسب ذیل ہے :-

ڈاکٹر حکیم غلام نبی زبدۃ الحکما مصنف سلسلہ زندگی موچی دروازہ لاہور

کلکتہ کے مشہور ڈاکٹر ایس کے برمن کی تیار کردہ

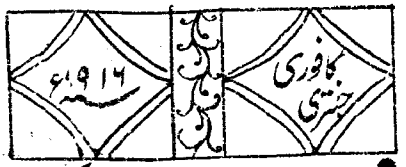

سنہ ۱۹۱۶ء کی کافوری جنتری نہائیت خوبصورت اعلےٰ درجہ کے چکنے کاغذ پر چھپی ہے اور بلا قیمت ومحصولڈاک قدر دانوں کے پاس بھیجی جاتی ہے۔ اگر آپ دیکھنا چاہتے ہیں تو ایک کارڈ پر دس متفرق جگہ کے شریف لکھے پڑھے اشخاص کے نام اور پورا پتہ لکھ کر بھیجدیجئیے۔ جنتری بوالپسی ڈاک آپ کی خدمت میں روانہ کردیجائیگی

تندرستی کی گفتگو

اپنی اپنی صحت کو درست رکھنے کیلئیے امیر سے غریب تک فکر میں رہتے ہیں اور اپنی من مانی جسکو جیسی سوجھتی ہے ویساہی کرتے ہیں۔ دولتمند گھی۔ دودھ میوہ وغیرہ وغیرہ کھاتے ہیں۔ اور قیمتی دوا کی تلاش کرتے ہیں غریب کم خرچ جڑی۔ بوٹی اور چٹکلے کھوجتیں رہتے ہیں۔ اس جاڑے کے موسم میں ایسے مقویات کا کھانا بھی نہائیت مفید ہوتا ہے کیونکہ اس موسم میں ہر چیز مریض کے موافق ہوتی ہے۔ اس فکر اور دقت کو دور کرنیکی نہائیت ہی آسان ترکیب ہے جس میں تو زیادہ پریشانی ہوتی ہے اور نہ اسقدر لیاقت سے باہر خرچ ہے وہ ڈاکٹر ایس کے برمن کی مقوی باہ کی گولیاں ہیں۔ آپ بھی آزمائش کر کے دیکھیئے۔ یہ بھوک کو بڑھاتی ہیں اور خون کو پیدا کرتی ہیں۔ جوانی میں بے اعتدالیوں کیوجہ سے جو خرابی پیدا ہو جاتی ہے۔ اور جوانی میں بڑھاپے کی سی حالت ہو جاتی ہے۔ یہ سب شکائیتیں دور کر کے نیا خون اور نیا جوش پیدا کرتی ہیں *

لال شربت لال شربت لال شربت

اگر

آپ اپنے لڑکے اور لڑکیوں کو تندرست رکھنا چاہتے ہیں تو لال شربت پلاویں کلیجہ کی کمزوری و کھانسی و لاغری کو دور کرنا چاہتے ہیں تو لال شربت پلاویں پیدائیش کے وقت سے ہوشیار ہونے تک دوا ایکسان فائدہ کرتی ہے۔ پینے میں شیریں اور رنگ سرخ ہونیکی وجہ بچے خواہش سے پیتے ہیں۔ آپ بھی اپنے بچہ کو استعمال کرا کے آزمائش کر لیجئیے۔ قیمت ۱۲ر فی شیشی۔ محصولڈاک ۴ر *

ڈاکٹر ایس کے برمن نمبر ۵ و ۶۔ تارا چند دت اسٹریٹ کلکتہ

مروارید ثلاثہ

یہ ہر سہ کتب مصنفہ خواجہ کمال الدین صاحب مسلم مشنری ہیں۔ جو من خاص مضمون پر نایاب اور بے مثل کتابیں ہیں۔ جو بتفصیل ذیل درج ہیں:۔

(۱) **براہین نیّرہ حصّہ اوّل** (معروف بہ زندہ و کامل الہام) قیمت۔ (۱۰/)

اس میں یہ دکھلایا گیا ہے کہ قرآن ایک خاتم اور ناطق الہامی کتاب ہے جسمیں تہذیب و تمدن کے کامل قوانین موجود ہیں۔ اس ضمن میں مصنف نے ایک حکیمانہ بحث میں موجودہ تہذیب پر تنقیدی نگاہ ڈالی ہے۔ کل مذاہب دیگر کے عقائید اور اصولوں پر نہائیت منطقی بحث کیگئی ہے۔

(۲) **ام الالسنہ** (معروف بہ زندہ و کامل الہامی زبان)۔ قیمت بارہ آنے (۱۲/)

یہ کتاب بالکل جدید تصنیف ہے۔ اور جدید مضمون پر لکھی گئی ہے۔ اپنی نوع کی یہ پہلی کتاب اردو انگریزی لٹریچر میں لکھی گئی ہے۔ اس میں یہ دکھلایا گیا ہے۔ کہ عربی الہامی زبان ہے۔ اور کل دنیا کی زبانیں اس زبان سے نکلی ہیں۔ اور ابتدا میں سب ملکوں کے آبا و اجداد عربی الاصل تھے۔ یہ کتاب دیکھنے سے تعلق رکھتی ہے۔

(۳) **اسوہ حسنہ**۔ (معروف بہ زندہ و کامل نبی)۔ قیمت صرف چار آنے (۴/)

اس میں آنحضرت صلعم کا کامل نمونہ بحیثیت انسان کامل پیش کیا گیا ہے۔ یہ کتاب قبولیت عامہ حاصل کر چکی ہے۔ اس کو پڑھ کر ماننے کے سواء چارہ نہیں رہتا۔ کہ محمد صلعم خاتم النبیّین ہیں۔ اور اگر کوئی کامل نبی ہو سکتا ہے۔ تو آپ کی ذات پاک ہی ہے +

نوٹ:۔ محصول ڈاک وغیرہ بذمّہ خریدار ہوگا +

پتہ

مینجر اشاعت اسلام۔ عزیز منزل۔ احمدیہ بلڈنگس نولکھا۔ لاہور

جلد اول رسالہ اشاعت اسلام قیمت ــــ ۱۲/

تصنیفات حضرت خواجہ کمال الدین صاحب

(۱) براہین نیرہ حصہ اوّل المعروف بہ قرآن ایک خاتم اور عالمگیر الہام۔ اردو۔ قیمت (۱۰/)

(۲) ام الالسنہ یعنی عربی مبیّن کل زبانوں کی ماں ہے۔ اُردو۔ قیمت بارہ آنے (۱۲/)

(۳) اسوۂ حسنہ۔ الموسوم بہ "زندہ اور کامل نبی" اردو۔ قیمت صرف چار آنے ..... (۴/)

احادیث نبوی کا اقتباس انگریزی قیمت (۲/)

مسلم پریئر انگریزی قیمت چار آنے ... (۴/)

صحیفہ آصفیہ تبلیغ بنام بحضور نظام حیدرآباد دکن۔ اُردو۔ قیمت دو آنے ...... (۲/)

بنگال کی دلجوئی انگریزی و اُردو فی کتاب قیمت (۱/)

مسلم مشنری کے ولائیتی لکچروں کا سلسلہ اردو قیمت (۱/) اور ۳ عدد انگریزی قیمت (۳/)

مسلم اٹی چیوڈ ٹورڈ گورنمنٹ انگریزی۔ کرشن اوتار اردو۔ فی کتاب قیمت ایک آنہ۔ (۱/)

اسلامک ریویو مسلم انڈیا کی جلدیں ۱۹۱۳-۱۹۱۴ء انگریزی قیمت جلد ۱۹۱۳ء (ﮧ) جلد ۱۹۱۴ء (ﻌﮧ)

رسالہ اشاعت اسلام اردو ترجمہ اسلامک ریویو کے سات پرچے جولائی ۱۹۱۴ء لغایت دسمبر ۱۹۱۴ء ... (ﻌﮧ)

دیگر مخلصین کی تصنیفات

قرآن کریم کے تفسیری نوٹ پارہ اوّل مرتبہ حضرت مولوی محمد علی صاحب ایم-اے۔ اردو (۶/)

نکات القرآن حصہ دوم ... " ... " (۶/)

عصمت انبیاء " ... " ... " ... " (۸/)

غلامی " ... " ... " ... " (۴/)

ولیسٹرن اویکنگ ٹو اسلام مصنفہ جناب لارڈ ہیڈلے صاحب بانقابہ انگریزی قیمت (۲/)

التوحید جس میں لا الٰہ الا اللہ کی مختصر تفسیر مصنفہ جناب ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب ایل ایم ایس (۱/)

طریق فلاح جس میں بت پرستی کی بنیاد اور اُس سے بچنے کی آسان راہ " (۱/)

Miracle of Mohd مصنفہ مشیر حسین صاحب قدوائی بیرسٹر۔ انگریزی (۱۲/)

اسلام اینڈ سوشیلزم " " " (۱۴/)

پیغام صلح انگریزی و اُردو فی رسالہ قیمت (۱/)

النبوۃ فی الاسلام۔ نبوت کی اصل غرض و غایت مصنفہ حضرت مولوی محمد علی صاحب ایم-اے۔ قیمت ایک روپیہ (ﻌﮧ)

حدوث مادہ " " " ...... (۴/)

جلد اوّل ۱۹۱۵ء رسالہ اشاعت اسلام قیمت تین روپے (ﺳﮧ)

پتہ

منیجر اشاعت اسلام - عزیز منزل - احمدیہ بلڈنگس - نولکھا - لاہور

نوٹ: ۱-۲-۳ کے ناظرین کرام ان کتب کو اپنے حلقۂ اثر میں اور غیر مسلم حضرات میں خصوصاً تقسیم فرما کر ثواب دارین حاصل کریں

جلد ۳ - ۱۹۱۵ء رسالہ اسلامک ریویو و مسلم انڈیا انگریزی مجریہ لندن - قیمت ... صرف ... پانچ روپیہ (صر) رعایتی